إنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ — عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا

الفضل قادیان

The ALFAZL QADIAN.

ہفتہ میں دو بار

ایڈیٹر۔ غلام نبی

الله اکبر

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل ۳۵

قیمت فی پرچہ ۱ر

قیمت سالانہ پیشگی

نمبر ۴۳	مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۹ء	یوم سہ شنبہ	مطابق ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۴۸ھ	جلد ۱۷

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز بعافیت صحت ہیں۔ ۲۲ نومبر خطبہ جمعہ حضور نے خود پڑھا۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب جو سلسلہ کے کام پر دہلی گئے ہوئے تھے۔ ۲۳ نومبر واپس آئے۔

مولوی عبد الغفور صاحب مولوی فاضل مبلغ سندھ ایک ماہ کی رخصت پر ۲۲ نومبر واپس آئے۔

قادیان میں تھانہ کے قیام کے سلسلہ میں ڈپٹی انسپکٹر جنرل اور سپرنٹنڈنٹ پولیس ۲۲ نومبر مکان وغیرہ دیکھنے کے لئے آئے۔ اور ایک مکان کرایہ پر لینے کی منظوری دے گئے۔

جناب ادریس گلڈ داتہ صاحب سماٹری کے ہاں جو معہ اہل و عیال مولوی رحمت علی صاحب کے ساتھ تشریف لائے ہیں۔ ۲۲/۲۳ نومبر کی درمیانی شب لڑکا متولد ہوا۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے

تحریک چندہ جلسہ سالانہ کے متعلق

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک مکتوب گرامی

احمدی جماعتوں کے کارکنوں کے نام

ذیل کا خط مختلف جماعتوں کے کارکنوں کے نام ان کے ذمہ کی رقم کے ساتھ بھیجا گیا۔

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اِس سال جلسہ سالانہ کی تحریک ایک غلطی کی وجہ سے وقت پر نہیں ہو سکی۔ چونکہ وقت تھوڑا رہ گیا ہے اس لئے میں نے پچھلے سالوں کے چندے دیکھکر اور جماعت کی حیثیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک رقم آپ کی جماعت کیلئے مقرر کر دی ہے۔ آپ مہربانی فرما کر جماعت سے جلد جلد یہ رقم جمع کر کے اگر دُور جماعت ہے۔ تو بذریعہ تار ورنہ بذریعہ منی آرڈر تین چار دسمبر تک دفتر محاسب قادیان میں بھجوا دیں۔ آپ کوشش کریں کہ کم سے کم اس قدر رقم ضرور ہو جائے اگر زیادہ ہو سکے۔ تو مزید شکریہ اور ثواب کا موجب ہوگی۔ یہ بھی تاکید کرتا ہوں۔ کہ علاوہ چندہ جلسہ سالانہ کے اپنی جماعت کا بقیہ چندہ عام و چندہ خاص بھی جس قدر جلد ہو سکے۔ ارسال کرا دیں۔ کیونکہ اس وقت بیت المال کو روپیہ کی سخت ضرورت ہے۔ اور تین تین ماہ کے بل رُکے ہوئے ہیں۔ مناسب ہوگا کہ جماعت کے چند مخلصین کا ایک وفد بنا کر تمام احمدیوں کے گھر پر جا جا کر چندہ وصول کریں۔ اور تعہد سے اس کام کو جاری رکھیں۔ جب تک کہ سلسلہ کے سر پر سے یہ بار اُتر جائے۔

(دستخط) خاکسار مرزا محمود احمد۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاداتِ عالیہ

احمدی جماعت کی خاص توجہ کے قابل

(۱)

ڈاڑھی کے متعلق انبیاء اور راستبازوں کا طریق

فرمایا "ہر ایک انسان کے دل کا خیال ہے۔ بعض ڈاڑھی مونچھ منڈوانے کو خوبصورتی سمجھتے ہیں۔ مگر ہمیں اس سے ایسی کراہت ہے۔ کہ سامنے ہو ــــ تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ ڈاڑھی کا جو طریق انبیاء اور راستبازوں نے اختیار کیا وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو۔ تو ایک مشت رکھ کر کٹوا دینی چاہیئے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز عورت اور مرد کے درمیان رکھ دیا ہے"۔

اس پر جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب پروفیسر نے طاعون کے متعلق بلیگ گائڈ جدید کتاب کا حوالہ دیا۔ کہ اس میں لکھا ہے۔ کہ ڈاڑھی ہرگز نہ منڈوانی چاہیئے۔ ورنہ اگر زخم ہوا تو طاعونی مادہ فوراً اثر کرے گا۔ آپ (حضرت مسیح موعودؑ) نے فرمایا۔ کہ استروں سے بھی بعض اوقات دوسرے زہر اور آتشک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ اُسترے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے۔ اور مونہہ پر تو اس کا استعمال بہت خطرناک ہے۔ ہاں غیر مناسب بال کٹوا دینے چاہئیں۔ نہ کہ منڈوا دینے"۔ (الحکم ۲۴۔ جنوری ۱۹۰۳ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان پاک الفاظ کی موجودگی میں احمدی نوجوانوں کا فرض ہے۔ کہ وہ دنیا اور مغرب کی رَو میں نہ بہہ جائیں۔ بلکہ اسلامی شعار کے قائم رکھنے میں فوق العادت استقامت کا نمونہ پیش کریں۔ کیونکہ اب آئندہ نوجوان ہی دینی ذمہ داریوں کو بجا لائیں گے۔ اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اسلام میں شوکت اور رونق پیدا ہو گی۔

(۲)

رشتہ داریوں کی مشکلات کا حل

"ہماری قوم میں یہ بھی ایک بد رسم ہے۔ کہ دوسری قوم کو لڑکی دینا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ حتی الوسع لینا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہ سراسر تکبّر اور نخوت کا طریق ہے۔ جو سراسر احکام شریعت کے خلاف ہے۔ بنی آدم سب خدا تعالےٰ کے بندے ہیں۔ رشتہ ناطہ میں صرف یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ جس سے نکاح کیا جاتا ہے۔ وہ نیک بخت اور نیک وضع آدمی ہے۔ اور کسی ایسی آفت میں مبتلا نہیں جو موجب فتنہ ہو۔ اور یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اسلام میں قوموں کا کچھ بھی لحاظ نہیں۔ صرف تقوےٰ اور نیک بختی کا لحاظ ہے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم یعنی تم میں سے خدا تعالےٰ کے نزدیک زیادہ تر بزرگ وہی ہے۔ جو زیادہ تر پرہیزگار ہے"۔ (الحکم ۱۰۔ جولائی ۱۹۰۳ء)

کئی ہیں۔ جو شریعت کے اس مقررہ قانون سے انحراف کے نتیجہ میں پریشان ہو رہے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ وہ حضور کے فرمودہ کو خضر راہ بنالیں۔ تا دین اور دنیا کی کامیابی نصیب ہو۔

(۳)

اپنی تصویر کے متعلق حکم

"میں ہرگز پسند نہیں کرتا۔ کہ میری جماعت کے لوگ بغیر ایسی ضرورت کے جو مضطر کرتی ہے۔ وہ میرے فوٹو کو عام طور پر شائع کرنا اپنا کسب اور پیشہ بنالیں۔ کیونکہ اسی طرح رفتہ رفتہ بدعات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور شرک تک پہنچتی ہیں۔ اس لئے میں اپنی جماعت کو اس جگہ بھی نصیحت کرتا ہوں۔ کہ جہاں تک ان کے لئے ممکن ہو۔ ایسے کاموں سے دستکش رہیں۔ بعض صاحبوں کے میں نے کارڈ دیکھے ہیں۔ اور ان کی پشت کے کنارہ پر اپنی تصویر دیکھی ہے۔ میں ایسی اشاعت کا سخت مخالف ہوں۔ اور میں نہیں چاہتا۔ کہ کوئی شخص ہماری جماعت میں سے ایسے کام کا مرتکب ہو۔ ایک صحیح اور مفید غرض کے لئے کام کرنا اور امر ہے۔ اور ہندوؤں کی طرح جو اپنے بزرگوں کی تصویریں جابجا در و دیوار پر نصب کرتے ہیں۔ یہ اور بات ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے لغو کام منجر بشرک ہو جاتے ہیں۔ اور بڑی بڑی خرابیاں ان سے پیدا ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ہندوؤں اور نصاریٰ میں پیدا ہو گئیں۔ اور میں امید رکھتا ہوں۔ کہ جو شخص میرے نصائح کو عظمت اور عزت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور میرا سچا پیرو ہے۔ وہ اس حکم کے بعد ایسے کاموں سے دستکش رہے گا۔ ورنہ وہ میری ہدایتوں کے برخلاف اپنے تئیں چلاتا ہے۔ اور شریعت کی راہ میں گستاخی سے قدم رکھتا ہے"! (ضمیمہ براہین پنجم صفحہ ۱۹)

ارشاد نہایت واضح ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ اپنے جذبات کی نسبت اپنے آقا کے حکم کو مقدم رکھیں۔ اور خواہش دل کی نسبت اس کے فرمان کو زیادہ واجب العمل قرار دیں۔ اللہ تعالےٰ توفیق بخشے۔ آمین

(خادم۔ جالندھری)

اخبار احمدیہ

جماعت احمدیہ قصور کا جلسہ

جماعت احمدیہ قصور کا سالانہ تبلیغی جلسہ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ نومبر قرار پایا ہے جماعت ہائے احمدیہ للیانی۔ فیروزپور۔ لدھیانہ کے کھریپڑ۔ ستوکی۔ پٹی۔ لاہور۔ امرتسر وغیرہ احباب تشریف لائیں۔ جماعت کی طرف سے ان کی رہائش و خوراک کا انتظام ہو گا۔ بستر وغیرہ اپنے ہمراہ لانا چاہیئے۔ خاکسار مرزا افضل بیگ جنرل سکرٹری بیرون موری دروازہ قصور۔

شکریہ

میری والدہ صاحبہ مرحومہ کی وفات حسرت آیات پر کثرت سے احباب جماعت احمدیہ کی طرف سے اظہار ہمدردی کے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ لہذا بذریعہ اخبار الفضل خاکسار ~~...~~ سب احباب جماعت کا عموماً اور حضرت آقائے مقدس حضرت خلیفۃ المسیح الموعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مکرمی ایڈیٹر صاحب الفضل کا خصوصاً تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہے۔ اور از درگاہ رب العزت ان سب احباب کے لئے روحانی اور جسمانی ترقیات کے لئے ملتجی ہوں۔ بذریعہ الفضل اس لئے شکریہ ادا کیا گیا۔ کہ ایسے احباب کی طرف سے بھی خطوط ہمدردی آئے ہیں جن کا خاکسار ذاتی طور پر واقف نہیں ہے۔ خاکسار صاحبزادہ محمد طیب احمدی از سرائے نورنگ قلعہ احمدیہ ضلع بنوں

اعلان

جماعت ہائے ضلع گوجرانوالہ نوٹ کرلیں۔ کہ قریشی امیر احمد صاحب ضلع گوجرانوالہ کی جماعتوں میں دورہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ چندوں کی وصولی کی نسبت جو کوتاہی اور بے قاعدگی ہو گی۔ اُس کی نسبت وہ اصلاح کی کوشش اور تحریک کریں گے۔ احباب بالخصوص چندہ عام و خاص اور موجودہ تحریک حضرت صاحب چندہ جلسہ سالانہ کو کامیاب بنانے کی سعی فرمائیں۔

ناظر بیت المال۔ قادیان

اعلانات نکاح

(۱)۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میرے لڑکے مسمی عبد العزیز سکنہ چکریاں ضلع گجرات کا نکاح رحمت بی بی دختر میاں جان محمد صاحب ہیلاں ضلع گجرات سے حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی نے بعوض تین سو روپیہ حق مہر کے پڑھا۔ خاکسار غلام حسین از چکریاں ضلع گجرات۔ (۲)۔ مسمات صالحہ بیگم بنت اکبر علی خان ٹھیکیدار افریقہ کا نکاح بعوض مبلغ پانچ ہزار روپیہ حق مہر پر نثار اللہ خاں ولد ڈاکٹر احمد خاں ریاست جودھپور سے مورخہ یکم نومبر ۱۹۲۹ء بروز جمعہ میاں میراں بخش صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ شیخوپور ضلع گجرات نے پڑھا۔ خاکسار میراں بخش

ولادت

(۱)۔ ۱۷۔ نومبر مولوی محمد امید علی صاحب بی اے کے ہاں خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی دعاؤں کی برکت سے پہلا فرزند نرینہ متولد ہوا۔ احباب مولود کے لئے دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نیک۔ صالح۔ خادم دین۔ اور لمبی عمر پانے والا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انوار کا وارث بنائے۔ سید کریم بخش سکرٹری تبلیغ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

نمبر ۴۳ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۶ نومبر ۱۹۲۹ء | جلد ۱۷

عیسائی دنیا اور طلاق

طلاق کے متعلق اسلامی احکام کی صداقت

عیسائیوں کے اعتراض

عیسائیت کی طرف سے اسلام کے جن مسائل پر بڑے شد ومد سے اعتراضات ہوتے رہے ہیں۔ ان میں سے ایک طلاق کا مسئلہ بھی ہے۔ جن حالات اور مشکلات کی بناء پر اسلام نے طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ ان سے جان بوجھ کر آنکھیں بند کر کے عیسائی صاحبان طلاق کے خلاف اپنی زبان اور قلم چلاتے رہے ہیں اور بے حد گھناؤنے اور بھیانک طریق سے اس کا ذکر کر کے عیسائی دنیا کو اسلام سے متنفر کرنے کی مذآں کوشش کر چکے ہیں۔

عملی لحاظ سے تصدیق

لیکن ان کی یہ تگ ودو چونکہ نہ صرف اسلام کے خلاف تھی بلکہ انسانی فطرت کے خلاف اور انسانی زندگی کے اہم مراحل کے بھی خلاف تھی۔ اس لئے گو وہ ناواقف اور متعصب لوگوں کو اسلام کے خلاف غلط فہمی میں ایک حد تک مبتلا کر سکے۔ لیکن عیسائیوں کو عملی طور پر اس مسئلہ کی صداقت کا اعتراف کرنے سے باز نہ رکھ سکے۔ اور باوجود اس کے کہ بائبل نے طلاق کو قطعاً ناجائز قرار دیا ہے۔ اور سوائے عورت کے حرامکار ہونے کے اور کسی صورت میں طلاق دینے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن عیسائی سلطنتوں نے لوگوں کی مشکلات اور مجبوریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قانونی طور پر کئی وجوہات کے لحاظ سے طلاق دینا جائز قرار دے دیا۔ اور عیسائی اس پر عمل کرنے لگ گئے۔

افراط وتفریط

لیکن جس طرح عیسائیت نے یہ کہکر بہت بڑی غلطی کا ارتکاب کیا تھا۔ اور لوگوں کے لئے ناقابل برداشت مشکلات کا رستہ کھول دیا تھا کہ

"جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے۔ وہ اس سے زنا کراتا ہے۔ اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے۔ وہ زنا کرتا ہے" متی ۵/۳۲

اسی طرح عیسائیوں نے طلاق کو بے حد وسعت دے کر اپنے لئے معاشرتی زندگی کی بربادی اور خانگی امن وچین کی تباہی کا سامان پیدا کر لیا۔ اور اس وقت یہ حالت ہے۔ کہ سارا عیسائی عالم اس وجہ سے چیخ رہا ہے۔ ذرا ذرا سی بات پر خاوند بیوی میں سے کوئی ایک دوڑا دوڑا عدالت میں جا کر طلاق کی درخواست دے دیتا ہے۔ اور عدالت قانونی لحاظ سے اسے منظور کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اور طلاق کا پروانہ لکھکر ہاتھ میں دے دیتی ہے۔ ہر ایک یوروپین ملک طلاق کی کثرت سے نالاں ہے۔ لیکن خود کردہ را چہ علاج۔

لنڈن میں طلاق کی کثرت

اخبار پائنیر میں صرف لنڈن کی عدالت ہائے طلاق کے متعلق جو اعداد وشمار شائع ہوئے ہیں۔ اور ان پر جو واویلا کیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ طلاق کی عام اجازت کے کیا نتائج نکل رہے ہیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:۔

۱۴۔ اکتوبر کو ایک ٹرم ختم ہو رہی ہے۔ اس میں ججوں نے اپنی عدالت سے جو فیصلے صادر کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ طلاق میں جو اضافہ ہو رہا تھا۔ وہ برابر قائم ہے۔ صرف لنڈن میں اسی سال میں ۲۶۰۰۔ مقدمات اب تک فیصل کئے جا چکے ہیں اس میں ۱۵۰۰۔ کا اور اضافہ ہو جانے سے جو اسایز عدالتوں کی طرف سے کیا جائے گا۔ کل تعداد طلاق اختتام سال تک ۴۱۰۰ تک پہونچ جائے گی۔ سال گذشتہ یعنی ۱۹۲۸ء میں ۳۷۴۰ طلاق نامے عدالتوں سے صادر کئے گئے تھے۔ اور ۱۹۲۷ء میں تعداد طلاق ۳۱۹۰ تھی۔ گویا ۱۹۲۷ء کے مقابلہ میں ۱۹۲۸ء میں ۵۵۰ طلاقیں زیادہ دی گئیں۔

کثرت طلاق کے اثرات

یہ اعداد وشمار پیش کرنے کے بعد پائنیر لکھتا ہے:۔

"طلاق کی کثرت نے اکثر عدالتوں کے ہوش گم کر دئے ہیں۔ اور بعض اوقات ججان عدالت چیخ اٹھتے ہیں۔ لارڈ ہیورٹ نے ایک مرتبہ کہا۔ کہ ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ سال میں ۲۰۔ مقدمات طلاق بھی مشکل سے عدالتوں میں آتے تھے۔ مگر آج ہزارہا کی تعداد میں ہم ہی اپنے ہاتھوں سے طلاق دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے احکام نافذ کرتے ہیں"۔

اسی طرح جب مسٹر جسٹس سویفٹ کے سامنے فہرست طلاق پیش ہوئی۔ تو موصوف نے کہا۔ معلوم ہوتا ہے۔ لوگ بہت خاموشی کے ساتھ اپنے خاندانی رشتے توڑ رہے ہیں۔ اگر عوام کو یہ معلوم ہو جائے۔ کہ عدالتوں میں یہاں تک طلاق کی نوبت پہونچ گئی ہے۔ تو وہ یقیناً عدالت ہائے طلاق کے قوانین میں تبدیلی کرائیں گے"۔

انتہا ہوگئی

آخر میں لکھا ہے:۔

"انتہا ہو گئی۔ کہ صرف انگلستان میں آج طلاق کی نسبت ۱۱۴ شادیوں پر ایک کی ہے۔ جنگ عظیم کے بعد سے طلاق کا رواج برابر ترقی پذیر ہے۔ اور یہ دیکھکر حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی کہ جنگ یورپ سے پیشتر کی تعداد طلاق میں آج چار گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ گو اتنا ضرور ہے۔ کہ یہ تعداد طلاق ابھی اس درجہ کو نہیں پہنچی جو ریاست ہائے متحدہ میں پایا جاتا ہے"۔

ان حالات سے جہاں یہ ظاہر ہے۔ کہ عیسائیت نے طلاق کی بندش سے عیسائیوں کو مجبور کر دیا تھا۔ کہ وہ علی الاعلان اس کی خلاف ورزی کریں۔ وہاں یہ بھی ثابت ہے۔ کہ عیسائی مدبرین کا خود تجویز کردہ قانون کس قدر ابتری اور بربادی کا باعث بن رہا ہے۔ لیکن اس کے مقابلہ میں اسلام نے طلاق کا جو حکم خاص پابندیوں کے ساتھ دیا ہے۔ اس کی کتنی بڑی صداقت ظاہر ہو رہی ہے۔

طلاق کے متعلق اسلامی پابندیاں

اسلام نے عیسائیت کی طرح صرف "حرامکاری" کو طلاق کی وجہ نہیں بتایا۔ بلکہ ہر ایسی حالت جس میں خاوند بیوی کے لئے یکجا رہ کر خوشگوار زندگی بسر کرنا ناممکن ہو۔ طلاق کی اجازت دی ہے۔ لیکن اس بارے میں اول تو یہ رکھا ہے۔ کہ ناچاقی کی صورت میں مرد وعورت کے رشتہ دار اور متعلقین ان کی صلح و صفائی کرانے کی کوشش کریں۔ بہت سے جھگڑے اسی طرح طے ہو جاتے ہیں۔ کہ جب خاندان کے بزرگ اور تجربہ کار افراد مرد وعورت کو اونچ نیچ سمجھاتے ہیں۔ اتفاق واتحاد کی زندگی بسر کرنے کے فوائد ذہن نشین کرتے ہیں۔ عزت وآبرو کی حفاظت کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ تو بہت سے دل جو رنج اور غصہ کی میل سے مکدر ہو کر قریب ہوتا ہے کہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر یہ طریق کارگر نہ ہو۔ اور صلح وصفائی کی کوئی صورت نظر نہ آئے۔ تو پھر بھی اسلام نے یہ نہیں کہا۔ کہ طلاق کا لفظ منہ سے نکلتے ہی یا طلاق کا پروانہ ملتے ہی مرد وعورت علیحدہ ہو جائیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک عرصہ مقرر کیا ہے۔ اور مقررہ وقفہ کے بعد تین بار طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ بھی اجازت دی ہے کہ تیسری بار طلاق دینے سے قبل اگر فریقین چاہیں۔ تو اپنے تعلقات بحال رکھ سکتے ہیں۔

یہ طریق بھی اسی لئے مقرر کیا گیا۔ کہ کسی فوری جوش یا ذرا ذرا سی بات پر طلاق رواج نہ پا جائے۔ بلکہ ایک عرصہ اس کے متعلق غور وخوض کے لئے دیا جائے۔ مگر باوجود ان احتیاطوں اور پابندیوں کے پھر بھی اسلام نے طلاق دینے والوں کی کسی رنگ میں حوصلہ افزائی نہیں کی۔ اور انہیں جرأت نہیں دلائی۔ بلکہ بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے:۔ ابغض الحلال عند اللہ الطلاق

یعنی اللہ تعالےٰ کے نزدیک حلال چیزوں میں سے سب سے زیادہ ناپسندیدہ طلاق ہے۔ اور اس طرح جہاں تک ممکن ہو مشکلات برداشت کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اسلام کی فضیلت

یہی وجوہات ہیں۔ کہ اسلام میں عیسائیت کی طرح آج سے نہیں۔ بلکہ تیرہ سو سال سے طلاق کی اجازت ہے۔ لیکن اس میں طلاق نے کبھی وہ صورت اختیار نہیں کی۔ جو تھوڑے سے عرصہ میں عیسائیت کے اندر اختیار کر چکا ہے۔ کیا اس سے ثابت نہیں۔ کہ ایک سچے مذہب کے کسی حکم کے مقابلہ میں اگر ساری دنیا کے مدبر مل کر بھی کوئی قانون بنائیں۔ تو وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اسی لحاظ سے مسلمان شاردا بل کی مخالفت کرنے میں بالکل برحق بجانب ہیں۔ کیونکہ اس کی وجہ سے ان مصلحتوں کو نظر انداز کر دینا پڑتا ہے۔ جن کے لحاظ سے اسلام نے بچپن کی شادی جائز رکھی ہے۔

نقصان رساں اشتہارات

ہندوستان میں عملیات اور تعویذ۔ گنڈے کی وبا ایسی خطرناک صورت اختیار کر رہی ہے۔ کہ عام طور پر اخباروں کے صفحات ایسے اشتہارات سے پُر نظر آتے ہیں۔ ہندوستانیوں کی پہلے ہی یہ حالت ہے۔ کہ ان میں اکثر ہاتھ پاؤں ہلانے اور جد و جہد کرنے کی بجائے اپنے تمام کاموں کو حوالہ تقدیر کر کے بیٹھے رہنے کے عادی ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تعویذ اور عملیات کا رواج نہایت ہی تباہ کن ثابت ہو رہا ہے۔

معاصر "پیسہ اخبار" (۱۴۔ نومبر) نے اسلامی اخبارات سے اپیل کی ہے کہ وہ متفقہ طور پر فیصلہ کریں۔ کہ آئندہ اپنے صفحات میں اس قسم کے اشتہارات شائع نہیں کرینگے۔

یہ تحریک نہایت ہی مفید ہے۔ اور نہ صرف اسلامی بلکہ تمام ہندوستانی اخبارات کو ایسا سمجھوتہ کر لینا چاہیئے۔ اور ایسی باتوں کی کسی قیمت پر بھی اشاعت نہیں کرنی چاہیئے۔

ہم خدا کے فضل سے فخر کے ساتھ اس امر کا اعلان کر سکتے ہیں کہ "الفضل" میں ایسے عیارانہ اشتہار نوالگ رہے۔ ایسے اشتہارات جن میں ثقاہت کے خلاف الفاظ پائے جائیں۔ یا ایسی ادویات کا ذکر ہو۔ جن کا اخلاق کے خلاف بُرا اثر پڑتا ہو۔ قطعاً نہیں لئے جاتے حتیٰ کہ مبالغہ آمیز اشتہار بھی رد کر دیئے جاتے ہیں۔

ڈاڑھی کے فوائد

معاصر "وطن" (۱۷۔ نومبر) نے ایک فاضل انگریز کے ڈاڑھی کے متعلق خیالات شائع کئے ہیں۔ جو یہ ہیں:۔

"ڈاڑھی رکھنا انسان کا ضروری وصف ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہی وہ چیز ہے۔ جو جنس کرخت کو جنس لطیف سے ممتاز کرتی ہے۔ .... گذشتہ تاریخ ظاہر کرتی ہے۔ کہ جب دنوں ڈاڑھی اور مونچھ کا رواج تھا۔ محبت زیادہ کامیاب تھی۔ آج جبکہ ڈاڑھی مونچھ کا صفایا ہو رہا ہے۔ مخلصانہ محبت کا بھی صفایا ہو رہا ہے"

یورپ کی سائنس اور نت نئی تحقیقاتیں جس طرح دیگر اسلامی احکام کی تصدیق کر رہی ہیں۔ وہاں ڈاڑھی کے متعلق بھی مذکورہ بالا رائے کے علاوہ اور بہت سے فوائد ثابت ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ ڈاڑھی کے بال انسان کو کئی ایک بیماریوں کے جراثیم سے محفوظ رکھتے ہیں۔

وہ نوجوان جو تقلید یورپ میں ڈاڑھی کو اپنے لئے ایک بوجھ تصور کرتے ہیں۔ دیکھ لیں۔ کہ خود یورپ آہستہ آہستہ اس مقام کی طرف آ رہا ہے۔ جہاں اسلام دنیا کو کھڑا کرنا چاہتا ہے۔

اہل لکھنؤ کی دیرینہ روایات

صحیفہ نگاری کا سب سے بڑا اصول یہ ہونا چاہیئے۔ کہ قوم کو بداخلاقیوں اور بے راہ رویوں سے باز رکھنے کے لئے جد و جہد کی جائے۔ اور تعمیر اخلاق کے لئے رہنمائی کی جائے۔ لیکن افسوس ہے بعض اوقات اچھے خاصے سمجھدار اخبار نویس بھی اس پہلو میں افسوسناک کوتاہی کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔

لکھنؤ کا ایک روزانہ اخبار اپنی اشاعت ۱۶۔ نومبر میں لکھتا ہے "حسب معمول کل رائل سینما میں مس شمشاد نے فن موسیقی کی بعض نئی ایجادوں کے ساتھ چند غزلیں پیش کیں۔ جو بے حد پسند کی گئیں۔ .... لکھنؤ کی پبلک نے اپنی دیرینہ روایات کو قائم رکھتے ہوئے جس طور پر مس مذکور کی قدر کی ہے وہ قابل تحسین ہے"

ایسے وقت میں جبکہ مسلمان نازک ترین مرحلوں سے گذر رہے ہیں۔ اور ضرورت ہے۔ ہر مسلمان جسمانی۔ اخلاقی۔ تعلیمی۔ تمدنی۔ معاشرتی اور سوشل لحاظ سے ترقی کرنے کے لئے اپنی تمام تر قوتیں صرف کر دے۔ چاہیئے تھا۔ کہ رنگ رلیوں اور لہو و لعب میں پڑ کر اخلاق تباہ کرنے اور گاڑھے پسینہ کی کمائی ضائع کرنے کے ساتھ قیمتی اوقات ضائع کرنے والوں کو اس قدر لتاڑا جاتا کہ انہیں آئندہ ایسی "دیرینہ روایات" کو قائم رکھنے کی جرأت نہ ہوتی۔ لیکن ایک خصوصاً مسلم اخبار کی طرف سے ایسی لغویت کو "قابل تحسین" قرار دینا بہت ہی افسوسناک امر ہے۔ اہل لکھنؤ "دیرینہ روایات کو قائم رکھنے" کا ایسا خطرناک انجام مشاہدہ کر چکے ہیں۔ کہ اب اس کا مزید تجربہ کرنے کی جرأت انہیں قطعاً نہ ہونی چاہیئے۔

وزیراعظم عراق کی خودکشی

حال میں عراق کے وزیراعظم عبدالمحسن کی خودکشی کی افسوسناک خبر شائع ہوئی ہے۔ وزیر موصوف نے اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کرنے کے متعلق جو یادداشت پیچھے چھوڑی۔ اس میں لکھا ہے:۔

"قوم مجھ سے خدمت ملک کا مطالبہ کر رہی ہے۔ لیکن حکومت برطانیہ کوئی بات نہیں مانتی۔ میں لاچار ہو گیا ہوں۔ عراقی کمزور ہو گئے ہیں۔ وہ خیال کرتے ہیں۔ کہ میں ملک سے غداری کر رہا ہوں اور برطانیہ کا غلام بن گیا ہوں۔ میں نے اپنے اس ملک کی خوشحالی حاصل کرنے کی کوششوں کے سلسلہ میں ہر قسم کی بے عزتی اور دھمکیاں برداشت کیں۔ جن میں میرے آباء و اجداد نے عزت اور وقار کی زندگیاں بسر کیں۔ لیکن اب یہ حالت ناقابل برداشت ہو گئی ہے"

بے شک ایک آزاد قوم کے لئے یہ نہایت ہی دردناک عذاب ہے۔ کہ وہ آزادی سے محروم کر دی جائے۔ اور اس پر دوسرے لوگ مسلط ہو جائیں۔ لیکن اس سے بھی دردناک حالت یہ ہے کہ محکوم قوم اپنی آزادی سے قطعی طور پر مایوس اور ناامید ہو جائے عراق کے وزیراعظم عبدالمحسن نے سمجھا ہوگا۔ قوم کے منشاء کے مطابق ملک کی خدمات سرانجام نہ دے سکنے کی بجائے اپنی زندگی کا خاتمہ کر لینا بہتر ہوگا۔ لیکن افسوس کہ اس نے ایسے مذموم فعل کا ارتکاب کر کے نہ صرف اپنی آخرت تباہ کر لی۔ بلکہ اپنی قوم اور ملک کی غلامی کی زنجیروں کو اور زیادہ کس دیا۔ اور انہیں مایوسی اور ناامیدی کا شکار ہونے کے لئے چھوڑ دیا۔ کاش وزیر موصوف اس طرح بزدلی کی موت مرنے کی بجائے اپنی زندگی جواں مردی کے ساتھ قوم اور ملک کے لئے نثار کرتے۔ تاکہ ان کی قوم میں جان نثاری اور فداکاری کے جذبات پیدا ہوتے۔ اور عراقیوں کی کمزوری دور ہو سکتی۔

ہندوؤں کو ایک معزز ہندو کا مشورہ

معقول پسند اور دور اندیش ہندو بھی یہ امر بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ ہندوستان کے حصول آزادی کے راستہ میں ایک بڑی روک یہ ہے۔ کہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے حقوق پر جو غاصبانہ قبضہ جما رکھا ہے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ ان کے تعلقات خوشگوار ہونے میں بہت بڑی روک ہے۔ اور اسی وجہ سے مسلمان جو ہندوستان میں اقلیت میں ہیں اس بات کے لئے مجبور ہیں کہ ملک کے آئندہ نظام میں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے اطمینان حاصل کریں۔ معزز اور سمجھ دار ہندو بھی مسلمانوں کے اس مطالبہ کو معقول قرار دیتے اور ہندوؤں سے کہہ رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کو اطمینان دلائیں۔ پچھلے دنوں سر چمن لال سیتلواڈ کے اس قسم کے ایک مشورہ کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ آج ایک اور معزز ہندو کی رائے سنیئے:۔

سر تیج بہادر سپرو جریدہ "لیبرلی" میں لکھتے ہیں:۔

"ہمیں چاہیئے۔ کہ ہم پوری طرح متحد ہو کر اپنی آواز میں اثر پیدا کریں اس کے لئے سب سے زیادہ ضروری یہ ہے۔ کہ ہم فیصلہ پر پہنچنے کے لئے اقلیتوں کے ساتھ نہایت فیاضی اور فراخدلی کا سلوک کریں۔ یہ پہلا کام ہے۔ جو ہمیں ہندوستان کے اندر کرنا ہے" (بحوالہ زمیندار ۹۔ نومبر)

اگر ہندو اس مشورہ پر عمل پیرا ہوں۔ اور اقلیتوں کو ان کے حقوق کے متعلق اطمینان دلا دیں۔ تو آج ہی ہندوستان کی حالت میں عظیم الشان انقلاب ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ [illegible] اور انگلستان ہندوؤں سے [illegible]

کون سچا ہے؟ لیکھرام یا کرشن

آریہ سماجیوں کی کچھ عادت سی ہوگئی ہے۔ کہ ہندوستان میں جو تحریکات ان۔ کے خیال میں مفید اور ملکی مفاد کے لئے فائدہ رساں ہوتی ہیں۔ ان سب کو اپنے سوامی دیانند کی طرف منسوب کرنے بلکہ ان کا محرک بھی کھینچ تان کر انہی کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان دنوں کھدر کی تحریک سیاسی مصالح کی بناء پر ملک کے لئے مفید خیال کی جاتی ہے۔ جس کا ذکر کرتا ہوا اخبار پرکاش (۱۷ نومبر) لکھتا ہے:-

"آج بھارت میں کھدر کا یگ ہے۔ کیونکہ مہاتما گاندھی نے سوراجیہ پراپتی کے سادھنوں میں اسے سب سے آگے رکھا ہوا ہے۔ لیکن آریہ سماج کے پروزتک رشی دیانند پہلے مہاپرش ہیں جنہوں نے بھارتیوں کو سودیشی کا اپدیش دیا۔ زبانی نہیں بلکہ عملی طور پر"

ناظرین پرکاش کے اس ادعا کو زیر نظر رکھتے ہوئے "آریہ سماج کے پروزتک" کے سوانح حیات جو لیکھرام مقتول نے لکھے ہیں مطالعہ کریں۔ تو انہیں معلوم ہوجائیگا۔ کہ آریہ سماج کے پرورتک کو عملی طور پر "سودیشی کا اپدیش" دینے والا قرار دینا خواہ مخواہ کی دھینگا مشتی اور زبردستی ہے۔ جیون چرتر مرتبہ لیکھرام کے صفحہ ۳۰۲ پر تحریر ہے "آگرہ میں پہنچکر کپڑے پہنتے۔ لوئی اور دھسا اوڑھتے۔ جوتا پہنتے تھے"

صفحہ ۳۹۴ پر ہے۔ "دوشالہ اوڑھے ہوئے جراب پہنے ہوئے"

صفحہ ۴۱۸ پر ہے "اجمیر میں ایک لنگوٹ باندھے ہوئے اور اس پر ایک ریشمی دھوتی لپٹی ہوئی اور ایک باناتی کوٹ اودے رنگ ویسا ہی ٹوپ اوپر ایک براونڈی یعنی دھسا کہ جس کے نیچے بانات لگی ہوئی تھی۔ اوڑھے ہوئے تھے"

ایسے بانکے اور خوش پوش کو کھدر کا عملی اپدیش دینے والا کہنا ہمارے خیال میں تو اس کے ذوق نفاست پسندی پر ایک زبردست حملہ ہے۔ بہرحال ہم یہ دونوں تحریرات "آریہ جنتا" کے سامنے پیش کرتے ہوئے دریافت کرتے ہیں۔ کہ وہ بتائے۔ ان دونوں "مہاتماؤں" میں سے کون سچا ہے۔ لیکھرام یا کرشن؟

"زمیندار" سے سوال

اخبار زمیندار (۱۷ نومبر) لکھتا ہے۔

"مسلمانوں نے ہمیشہ خدائے حی وقیوم کے ارشاد اور اپنے آقا و مولا کے حکم کے مطابق تمام انبیاء۔ تمام ادیان عالم کے ہادیوں اور تمام اقوام گیتی کے پیشواؤں کا نام عزت و احترام سے لیا" ان الفاظ میں صاف طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ ایک مسلمان خداوند تعالیٰ اور اپنے ہادی برحق کے احکام کی اتباع میں پابند ہے کہ "تمام اقوام گیتی کے پیشواؤں کا نام عزت و احترام" سے لے۔ لیکن واقعات کی رو سے ثابت ہے۔ کہ خود زمیندار والے اس کے خلاف عمل پیرا ہیں

اشارات

میاں علم الدین کی میت کے لاہور آنے پر مسلمانوں کا جو عظیم الشان اجتماع ہوا۔ اس کا انتظام اس لحاظ سے تو قابل تعریف رہا۔ کہ ایسے وقت میں جبکہ دو تین لاکھ مسلمانوں کی آنکھوں کے سامنے ایک آریہ بد زبان کی فتنہ انگیزی کا کشتہ پڑا تھا۔ کسی قسم کا کوئی ناگوار واقعہ رونما نہ ہوا۔ اور مسلمانوں نے صبر و تحمل ضبط اور انتظام کا بہت اچھا نمونہ دکھایا۔ لیکن اس اجتماع کی جو روئداد "زمیندار" نے شائع کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ "آقائے ظفر علی خان" کے لئے نہایت خطرناک جنگ کا موقع تھا۔

زمیندار (۱۷ نومبر) کا بیان ہے۔

"لاکھوں مسلمانوں کی بیتابی ایک خوفناک اقدامی حرکت کی شکل میں نمودار ہوئی جس نے سارے نظم اور ساری ترتیب کو تہ بہ کر رکھدیا۔ قریب تھا۔ کہ بیسیوں مسلمان اس خوفناک ریلے میں دب کر ہمیشہ کے لئے آغوش فنا میں سو جائیں۔ خود آقائے ظفر علی خان مرتے مرتے بچے۔ اور بصد مشکل ہانپتے کانپتے کشتی لڑتے ہوئے پیچھے ایک مقام پر جا کھڑے ہوئے"

اگرچہ ایک "خوفناک اقدامی حرکت" اور "خوفناک ریلے" سے بچکر نکل آنا ایک آزمودہ کار جرنیل کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ تاہم "زمیندار" کو اپنے "آقائے ظفر علی" کے "پیچھے ایک مقام پر جاکر کھڑے ہونے" کی توضیح کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ تا کوئی یہ نہ سمجھے۔ کہ ان کا "میدان کارزار" سے "پیچھے ہٹنا" "فنون جنگ" سے ناواقفیت یا اپنی بزدلی کی وجہ سے تھا۔

چنانچہ لکھا ہے۔

"متحیزا الی القتال" کے اصول پر عمل کرتے ہوئے آقائے ظفر علی خان تابوت سے ایک فرلانگ دور کنارے پر جاکر ایک ٹیکرے پر کھڑے ہو گئے"

اگر "زمیندار" "متحیزا الی القتال" کے اصول کی تشریح کر دیتا۔ تو معلوم ہو جاتا۔ آقائے ظفر علی کا اس پر عمل کرنا کیا مطلب رکھتا ہے۔ لیکن افسوس اس نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور ہر اس شخص کے لئے جس کی نظر سے اس کی مندرجہ بالا سطور گذریں۔ "متحیزا الی القتال کے اصول" کا پتہ لگانا ناممکن بنا دیا ہے۔ اور اس اصول کا پتہ لگانا تو بڑی بات ہے۔ اس فقرہ کا مطلب سمجھنا ہی محال ہے۔

تمام اسلامی دنیا نہایت ہی ممنون ہوگی۔ اگر "زمیندار" "فنون حرب کی مہارت تامہ رکھنے کے لحاظ سے یہ بتا دیگا۔ کہ "متحیزا الی القتال" کا اصول کہاں بیان ہوا ہے۔ اور اس کی کیا تشریح ہے جس پر اس کے آقا نے "پریڈ گراؤنڈ" کے نہایت خطرناک جنگ کے موقعہ پر عمل کیا۔ تا ایسا ہی کوئی اور موقعہ آنے پر دوسرے مسلمان بھی عمل پیرا ہو سکیں۔ لیکن اگر اس میں کوئی عذر ہو۔ جو نہیں ہونا چاہئے۔ تو اس فقرہ کا مطلب ہی بتا دیا جائے۔ جو عربی دان اصحاب کے لئے بار گراں بن رہا ہے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ نہ تو اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ میں کسی ماہر جنگ نے "متحیزا الی القتال کے اصول" پر عمل کیا۔ اور نہ اس اصل کا کسی نے ذکر کیا ہے۔ حتیٰ کہ تمام اسلامی لٹریچر میں یہ فقرہ ہی موجود نہیں ہے۔ اگر "زمیندار" کو اس بارے میں ہمارے ساتھ اتفاق نہ ہو۔ تو وہ اپنے وجوہات پیش کر سکتا ہے۔

ہاں قرآن کریم میں متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئة کا اصول درج ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میدان جنگ میں کسی مسلمان کو پیٹھ پھیرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ جنگ کو کامیاب بنانے یا اپنے اصل لشکر کے ساتھ ملنے کے لئے ایسا کرنا ضروری ہو۔

اگر "زمیندار" نے اسی آیت میں تحریف کرکے آقائے ظفر علی کے لئے "متحیزا الی القتال کا اصول" تجویز کیا۔ تو اسے ذرا اس آیت کا سیاق و سباق پڑھ کر بتانا چاہئے۔ کہ یہ اصول ایسے ہی موقعہ کے متعلق ہے۔ جیسا کہ "آقائے ظفر علی" کو پیش آیا۔ یا اس کا کوئی اور محل ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا لقیتم الذین کفروا زحفا فلا تولوھم الادبار۔ کہ اے مسلمانوں جب میدان جنگ میں کفار سے تمہاری مٹھ بھیڑ ہو۔ تو کبھی ان کے مقابلے سے پیٹھیں نہ پھیرو۔ ومن یولھم یومئذ دبرہ الا متحرفاً لقتال او متحیزاً الی فئة فقد باء بغضب من اللہ۔ و ماواہ جھنم وبئس المصیر۔ اور جو کوئی ایسے دن پیٹھ پھیریگا۔ سوائے اس کے کہ فن جنگ کے طور پر ہو یا اپنے لشکر کے ساتھ ملنے کیلئے تو وہ دنیا میں خدا کے غضب کا مورد ہوگا۔ اور آخرت میں اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جو بہت بری جگہ ہے۔

سپودی شان کیساتھ منائی گئی۔ گیارہ بجے حسب ارشاد ہز ہولی نس کارڈینل لشبیر۔ ... (زمیندار ۱۹ نومبر) ان الفاظ میں نہ صرف ایک جماعت کے امام کے متعلق انسانی تہذیب کے خلاف ...

احمدی مبلّغین کی خدمات اور احمدی نوجوانوں سے خطاب

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی تقریر

۱۵ ار نومبر حضرت نواب صاحب کے باغ میں احمدیہ انٹر کالجیٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے جو دعوت دی گئی۔ اس میں حسب ذیل تقریریں کی گئیں:۔

مولوی عبد السلام صاحب کی تقریر

جس وقت کوئی مبلّغ کامیاب ہو کر اور دین کا کام کرنے کے بعد ہمارے درمیان واپس آتا ہے تو ہمیں جو خوشی ہوتی ہے۔ اس کا اندازہ ہم ہی لگا سکتے ہیں۔ اس خوشی کی وجہ زیادہ تر ہوتی ہے کہ وہ فرض جو نہ صرف مبلّغین کا ہے بلکہ ہمارا بھی ہے آنے والا مبلّغ ادا کر کے آتا ہے۔ اور ایسے وقت میں ہمیں اپنا وہ فرض خاص طور پر یاد آجاتا ہے۔ جو بحیثیت مسلمان ہونے کے۔ اور بحیثیت احمدی ہونے کے ہمارے ذمہ لگایا گیا ہے۔ اس وجہ سے ہم مولوی رحمت علی صاحب کے بھی ممنون ہیں۔

اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ کی تشریف آوری پر حضور کا نہایت احترام کے ساتھ شکریہ ادا کیا جاتا ہے اور عرض کی جاتی ہے۔ کہ اس وقت دہریت اور لا مذہبیت کی جو ہوا دنیا میں پھیل رہی ہے۔ اور اس زمانہ میں کالجوں کے طلباء جن مشکلات میں سے گذر رہے ہیں۔ اور طلباء میں جو دین سے لا پرواہی پیدا ہو رہی ہے وہ ہمارے لئے بھی خطرہ کا موجب ہے۔ اس لئے عرض ہے حضور دعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے تمام ابتلاؤں سے ہمیں بچائے۔ اور سچے طور پر احمدیت کی خدمت کی توفیق دے۔ اور وہ کام لے جو اس کی پاک جماعتیں کرتی ہیں۔ ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اس کے نوجوان بڑوں کے کام سنبھالنے کے قابل نہ ہوں۔ اس وجہ سے بھی حضرت اقدس اور دوسرے اصحاب سے نہایت عاجزانہ التماس ہے کہ ہمارے لئے مسلسل اور باقاعدہ دعائیں فرمائیں۔ نیز حضور سے التماس ہے ہمیں اپنے نصائح سے مستفیض فرمائیں۔

مولوی رحمت علی صاحب کی تقریر

مولوی عبد السلام صاحب کے بعد مولوی رحمت علی صاحب مولوی فاضل مبلّغ سماٹرا نے حسب ذیل تقریر کی:۔

مولوی عبد السلام صاحب نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی مبلّغ کامیاب واپس آتا ہے۔ تو اس کامیابی پر اظہار شکریہ کیا جاتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے۔ جو مبلّغ کامیاب آتے ہیں وہ کسی اپنی خوبی کی وجہ سے کامیاب ہوتے ہیں۔ یا کسی اور وجہ سے۔ میں اپنا تجربہ بتاتا ہوں۔ چار سال میں جب بھی کبھی مجھے خیال آیا کہ فلاں کام میرے لئے آسان ہے وہی میرے لئے مشکل ہو گیا لیکن جب یہ خیال رہا۔ کہ جو کچھ ہوگا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں کے طفیل ہوگا۔ تو مشکل سے مشکل مرحلہ میں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔

سماٹرا میں مخالف غیر احمدی ہی نہ تھے۔ بلکہ پیغامی بھی تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ میں خدا کے فضل سے وہاں کامیاب ہو رہا ہوں۔ تو انہوں نے نہایت گندے مضامین وہاں اشاعت کے لئے بھیجے۔ اور لوگوں کو سخت بھڑکایا۔ ایسے اوقات میں میں یہی دُعا کرتا۔ الٰہی میں اس انسان کی طرف سے آیا ہوں جو تجھے پیارا ہے۔ اور مجھے کامیابی حاصل ہو جاتی۔ پس مجھے جو کچھ کامیابی ہوئی وہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں کے ذریعہ ہوئی۔ ورنہ جو صاحبان مجھے جانتے ہیں انہیں معلوم ہے۔ جب میں یہاں پڑھا کرتا تھا۔ تو استاد مجھے لمبی لمبی سوٹیوں سے مارا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک جلسہ ہوا۔ اور میں نے سمجھا میں کم از کم تین چار سو لوگوں کو احمدی بناؤں گا۔ کیونکہ لوگوں پر میری تقریروں کا بہت اثر ہو رہا تھا لیکن آخری دن ایک معمولی غلطی کی وجہ سے جو ایک احمدی سے سرزد ہو گئی یہاں تک حالت پہنچ گئی۔ کہ انہی لوگوں نے گالیاں دیں۔ اور پتھر مارے۔

غرض کوئی کامیابی مجھے نہ تو ذاتی خوبی کی وجہ سے حاصل ہوئی نہ علم کی وجہ سے۔ بلکہ میں کھلے طور پر اظہار کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی دُعاؤں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کی برکت سے ہوئی۔

آپ صاحبان کا میں اس عزت افزائی پر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اپنی طرف سے بھی۔ اور ان اصحاب کی طرف سے بھی جو میرے ساتھ سماٹرا سے آئے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح کی تقریر

اس موقعہ پر حضور نے حسب ذیل تقریر فرمائی:۔

مجھے بیماری کی وجہ سے ان پارٹیوں میں شرکت کا موقعہ نہیں ملا جو مولوی رحمت علی صاحب کی آمد کی تقریب پر یا ان سماٹری احباب کے اعزاز کے طور پر دی گئیں۔ جو ان کے ساتھ تشریف لائے ہیں اور یہ

پہلا موقع

ہے۔ کہ ایک ایسی پارٹی میں شامل ہونے کا مجھے موقعہ ملا ہے ایک طرف تو ہمارے ان عزیزوں کی یہ خواہش ہے۔ کہ انہیں نصائح کروں۔ جنہوں نے یہ پارٹی دی ہے۔ اور دوسری طرف یہ امر ہے کہ اس قسم کی پہلی تقریب میں شمولیت کا موقعہ ملا ہے۔ اس کے متعلق کچھ بیان کروں۔ اس لئے حیران ہوں۔ کہ دونوں جذبات اور مطالبات میں سے کسے پورا کروں۔ تاہم میں کوشش کروں گا۔ کہ اختصار کے ساتھ دونوں پہلوؤں پر کچھ کہہ سکوں۔

مولوی رحمت علی صاحب ان چند مبلّغین میں سے ہیں جنکو

ہندوستان سے باہر جاکر تبلیغ کا موقعہ

ملا ہے۔ اور جو انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسے ہیں جنہوں نے سکول لائف یا کالج لائف کے معاً بعد اس عظیم الشان کام کو شروع کر دیا جس کام کے کرنے سے مسلمان ہزار سال سے ہچکچاتے چلے آتے تھے۔ اور چند اس قسم کے ہیں۔ جنہوں نے اپنی عمر کا ایک حصہ دوسرے کاموں میں گذار کر تجربہ حاصل کیا۔ جیسے مفتی محمد صادق صاحب۔ ماسٹر محمد دین صاحب۔ ماسٹر عبد الرحیم صاحب نیر۔ ان کے سوا باقی اس قسم کے ہیں۔ جنہیں باہر کا تجربہ نہ تھا جیسے چودھری فتح محمد صاحب۔ ملک غلام فرید صاحب۔ صوفی عبد القدیر صاحب - ہمارے صوفی مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی۔ مولوی جلال الدین صاحب۔ مولوی رحمت علی صاحب اس میں شبہ نہیں۔ ان میں سے بعض نے مدرسیاں یا بعض اور کام شروع کئے۔ مگر وہ کسی ذمہ واری کے کام پر متعین نہ تھے مگر کس قدر

خوشی کی بات

ہے کہ باوجود اس کے کہ انہیں تجربہ نہ تھا۔ اور ان کی عمریں کچی تھیں۔ مگر ہر میدان میں اور ہر ملک میں خدا تعالیٰ نے انہیں کامیابی عطا کی۔ ہمارے حکیم فضل الرحمٰن صاحب افریقہ گئے اور ماسٹر عبد الرحیم صاحب نیر جیسے جہاندیدہ اور تجربہ کار مبلّغ کے بعد گئے۔ مگر خدا تعالیٰ نے انہیں خوب کامیابی عطا کی۔ مشن کو پہلے سے زیادہ انہوں نے مضبوط بنایا۔ اسی طرح چودھری فتح محمد صاحب نے اس ملک میں مشن قائم کیا۔ جس میں احمدیت کو زہر قرار دیا گیا تھا۔ اسی طرح صوفی مطیع الرحمٰن صاحب ہیں۔ گو انہوں نے ابتداء میں کچھ گھبراہٹ ظاہر کی مگر اب میں دیکھ رہا ہوں۔ تبلیغ میں نہایت کامیابی سے کام کر رہے ہیں۔ اور قریباً ہر ہفتہ ان کے ذریعہ بیعت کرنے والوں کے خطوط آ رہے ہیں۔ انہوں نے کئی مختلف شہروں میں جماعت قائم کی ہے۔ اور زیادہ خوشی کی بات یہ ہے۔ کہ ہندوستانی جو ہزاروں کی تعداد میں وہاں رہتے ہیں۔ ان میں سے کئی ایک نے بیعت کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ اگر یہ لوگ بکثرت احمدی ہو جائیں تو تبلیغ میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ اسی طرح مولوی جلال الدین صاحب

56

اور مولوی رحمت علی صاحب ہیں۔ ان کو بھی خدا کے فضل سے اچھی کامیابی ہوئی۔ یہ تو وہ مبلغ ہیں جنہیں اپنے طور پر کام کرنے کا موقعہ ملا۔ اور ان کا کام نمایاں طور پر سامنے آگیا۔ ان کے علاوہ وہ مبلغ جنہوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ ان کا کام گو اس طرح سامنے نہ آیا۔ مگر انہیں بھی کامیابی حاصل ہوئی۔ جیسے ملک غلام فرید صاحب۔ اور صوفی عبدالقدیر صاحب جنہوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر کام کیا۔ اور اچھا کام کیا۔ میں سمجھتا ہوں۔

ہمارے مبلغوں کی کامیابی

ایک بہت بڑا نشان ہے۔ ہر اس شخص کے لئے۔ جو احمدیت کے متعلق غور کرے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک ایسے ملک کے لوگ جو مدت سے دوسروں کی غلامی میں جکڑے ہوں۔ اور جس کے باشندوں کو کم حوصلہ اور کم ہمت کہا جاتا ہے۔ اسی ملک کے لوگوں میں سے کچھ لوگ نکل کر اپنی عمر کے ابتدائی ایام میں اور ایسی حالت میں کہ کوئی خاص تعلیم انہوں نے حاصل نہ کی کیونکہ بی۔ اے۔ ایم۔ اے یا مولوی فاضل سینکڑوں چھوٹی چھوٹی ملازمتوں کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا۔ مینے پڑھا تھا بمبئی کے علاقہ میں گرداور کی جگہ خالی ہوئی۔ تو کئی گریجوایٹوں نے اپنی درخواستیں بھیجدیں۔ اسی طرح مولوی فاضل مدرسوں میں کام کرتے اور معمولی حیثیت رکھتے ہیں۔ اتنی معمولی حیثیت کہ دوسرے مدرس بھی انہیں کوئی وقعت نہیں دیتے۔ پس ہمارے مبلغ اگر بی اے یا ایم اے یا مولوی فاضل تھے۔ تو یہ کوئی خاص حیثیت نہیں۔ جو ان کو حاصل تھی۔ ہزاروں بڑی بڑی ڈگریوں والے بیکار بیٹھے ہیں اور اپنے آپ کو کچھ بھی مفید ثابت نہیں کر سکتے۔ اور ہزاروں میں سے چند کو تجربہ کے بعد کوئی خاص کام کرنے کا موقعہ ملتا ہے۔ لیکن یہ

احمدیت کی صداقت کا نشان

ہے کہ ہماری جو کچی پود نکلی۔ جسے باہر کے ممالک کا تجربہ تو الگ رہا۔ اپنے ملک کا بھی تجربہ نہ تھا۔ اس نے بھی ایسے ممالک میں جاکر وہاں کے لوگوں کو قائل کیا۔ جو ہمارے ملک کے فہیم سے فہیم آدمی کو بھی اپنے معمولی آدمی سے ادنی سمجھتے ہیں۔ پس ہمارے مبلغین کی کامیابی دراصل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کی کامیابی ہے۔ سماٹرا ہی کو دیکھ لو۔ ڈچ نے کئی سو سال سے ان لوگوں پر حکومت کرنے کے باوجود اپنے متعلق ان میں کوئی ہمدردی نہ پیدا کی لیکن ہمارا مبلغ جاتا ہے اور بالکل بے سروسامانی کی حالت میں جاتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ اعلیٰ طبقہ کو قائل کرنے کی کامیابی اسے عطا کر دیتا ہے۔ یہ صاحب جو یہاں آئے ہیں۔ وہاں مسلمانوں کی سب سے بڑی انجمن کے پریذیڈنٹ تھے۔ اعلیٰ درجہ کے تاجر ہیں۔ لاکھوں کی تجارت کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کئی لوگ ہیں۔ یہ جو دوسرے صاحب ہیں۔ وہ اس سب سے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہ چکے ہیں۔ جو کسی سماٹری کو وہاں مل سکتا ہے۔ تو

ممتاز ترین لوگوں کی جماعت

ہمارے مبلغ کے ہاتھ آئی۔ اور انہوں نے انہیں احمدیت کی صداقت کا قائل کیا۔ مگر جو مبلغ وہاں گیا۔ وہ کوئی بڑی عمر کا نہ تھا۔ بڑا تجربہ کار بھی نہ تھا۔ بڑی حیثیت کا بھی نہ تھا۔ پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکت ہے۔ کہ جو آپ کو قبول کرتا ہے اس میں مقناطیسی طاقت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس طاقت کو لے کر جہاں جاتا ہے۔ لوگ اس سے متأثر ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد میں نوجوانوں کی طرف مخاطب ہوتا ہوں۔ اور اپنی بات اس

تکلیف دہ فقرہ

سے شروع کرتا ہوں۔ جو لاہور میں پچھلے سفر کے دوران میں میرے کان میں پڑا۔ شائد میں اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اس تقریب میں بھی نہ آتا۔ کیونکہ آج ہی مجھے خطبہ جمعہ بھی پڑھنا پڑا۔ مگر میں اس فقرہ کی وجہ سے آگیا۔ وہ اس لئے تکلیف دہ نہ تھا۔ کہ نوجوانوں کی طرف سے کہا گیا۔ مگر ان کے متعلق ضرور تھا۔ ایک شخص نے کہا۔ آپ کے لاہور آنے پر مجھے بڑا تعجب ہوا۔ اس نے ایک تو اور بات بیان کی۔ اور ایک یہ کہی۔ کہ احمدیہ ہوسٹل کی آپ نے جو دعوت قبول کی۔ اس وجہ سے تعجب ہوا۔

یہ ایک ایسی بات تھی جس کے متعلق میں کوئی

مزید بحث

نہ کر سکتا تھا۔ یہ ایک فقرہ تھا جو ایک شخص کے منہ سے نکلا۔ ممکن ہے بے سوچے سمجھے نکلا ہو۔ اور ممکن ہے اس نے جان بوجھ کر کہا ہو۔ اور ممکن ہے۔ وہ چاہتا ہو کہ آگے بات چھڑے۔ مگر میں نے مناسب نہ سمجھا۔ کہ بات کو چھیڑوں۔ میرے لئے یہ فقرہ اس لئے تکلیف دہ ہوا۔ کہ اس نے ہمارے

نوجوانوں کے متعلق کوئی بدظنی

کی۔ میں اس بدظنی کی تعیین نہیں کرنا چاہتا۔ ہزاروں قسم کی بدظنیاں ہو سکتی ہیں۔ اس لئے میں اسے جانے دیتا ہوں۔ کہ کس چیز نے اس سے یہ فقرہ کہلوایا لیکن یہ میں ضرور کہونگا۔ کہ کوئی بُری بات ہی تھی۔ جو اس کے لئے اس فقرہ کے کہنے کی محرک ہوئی۔ ممکن ہے۔ جو نوجوان یہاں بیٹھے ہیں۔ ان میں سے بعض اس شخص کا مطلب سمجھتے ہوں لیکن مینے نہیں سمجھا۔ اور میں نہیں سمجھنا چاہتا۔ اس لئے کہ میں سمجھتا ہوں۔ اس کا جو بھی مفہوم تھا۔ وہ غلط فہمی یا غلطی یا دانستہ اتہام پر مبنی تھا۔ اور میں ایسی بات سننا پسند نہیں کرتا میں نے جماعت کے بڑوں اور چھوٹوں کو دیکھا۔ نوجوانوں اور بوڑھوں کو دیکھا۔ بچوں اور نوعمروں کو دیکھا۔ اس وقت بھی دیکھا۔ جب میں بچہ تھا۔ اس وقت بھی دیکھا۔ جب میں جوانی کے قریب تھا۔ اس وقت بھی دیکھا۔ جب میں جوان ہوا۔ اور اس وقت بھی دیکھا۔ جب میں قوٰی کے لحاظ سے بوڑھا ہوں۔ مگر عمر کے لحاظ سے ادھیڑ عمر کو پہنچنے والا ہوں۔ اور لغت کے لحاظ سے تو ادھیڑ عمر کو پہنچا ہوا ہوں۔ بیٹا اور بھائی۔ شاگرد۔ ماتحت اور افسر کی حیثیت سے دیکھا۔ اور ہر حالت میں مجھ پر جو اثر ہوا۔ وہ اچھا ہی اثر تھا۔ اور میں نے ان کو

ہر حالت میں دوسروں سے ممتاز

پایا۔ بحیثیت اُستاد کے اور بحیثیت اس کے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ کام میرے سپرد کیا گیا۔ کہ میں اپنی جماعت کے لوگوں کو ان کی غلطیوں کی طرف توجہ دلاؤں۔ میں انہیں غلطیوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور سختی سے بھی توجہ دلاتا ہوں۔ مگر کبھی میرے وہم و گمان میں بھی یہ نہیں آیا کہ ہماری جماعت کے لوگ دوسروں کے مقابلہ میں کسی لحاظ سے گرے ہوئے ہیں۔ یا ان کے برابر ہی ہیں۔ بلکہ مینے ہمیشہ یہی پایا۔ کہ ہماری جماعت کے لوگ دوسروں کے مقابلہ میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ایسی حالت میں ہیں۔ جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی۔ اور ہمارے نوجوانوں کی بھی یہی حالت ہے۔ کیا بلحاظ دینی قربانیوں کے کیا بلحاظ دینی کاموں میں حصہ لینے کے۔ اور کیا بلحاظ نظام کا احترام کرنے کے۔ پس وہ فقرہ جو مینے سُنا۔ اس لئے میرے لئے تکلیف دہ نہ تھا۔ کہ اس کا کوئی مفہوم درست تھا۔ بلکہ اس لئے کہ اس شخص کو اس قسم کا فقرہ منہ سے نکالنے کی جرأت کیوں ہوئی۔ میرے خیال میں اس کی وجہ وہ

ذہول کے ایام

تھے۔ جو پچھلے چند سالوں میں گذرے۔ کہ ہمارے نوجوانوں نے دینی کاموں میں پورے طور پر حصہ نہیں لیا۔ وہ دنیا جس میں ہم بستے ہیں۔ ایسی ہے۔ کہ جو چیز لوگوں کو نظر آئے اس کے وہ قائل ہوتے ہیں۔ اور جو نظر نہ آئے۔ اس کا انکار کر دیتے ہیں غیر تو غیر مینے احمدیوں سے سُنا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں کوئی خاص قربانی نظر نہیں آتی۔ اور ایسے لوگوں کے مونہوں سے سُنا۔ جنپر غیر مخلص ہونے کا فتویٰ نہیں لگایا جا سکتا۔ میں سمجھتا ہوں وہ مخلص ہیں۔ مگر ان کی نگاہ اتنی محدود بلکہ ان کا نقطہ نگاہ اتنا متعصبانہ تھا کہ انہوں نے اپنے نزدیک قربانی کے متعلق ایک نقطہ مدنظر رکھا۔ اور اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہ پاکر کہدیا۔ آپکی زندگی میں قربانی نظر نہیں آتی۔ یہ نہیں۔ کہ ایسے لوگ سینکڑوں ہیں۔ یا بیسیوں ہیں۔ لیکن اگر ایک بھی ہے تو اس سے پتہ لگ سکتا ہے۔ کہ ایک

فدائی کی نگاہ

سے بھی ایسی باتیں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔ وہ تعلق جو جماعت کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہے اور وہ تعلق جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جماعت سے ہے اسے مدنظر رکھتے ہوئے اگر ایک شخص بھی جس کے ایمان پر ہم الزام نہ لگا سکیں۔ اور جس کے اخلاص پر حرف گیری نہ کر سکیں جسے شرارتی اور جھوٹا نہ کہہ سکیں ایسی بات منہ سے نکالتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ انسان کا زاویہ نگاہ ایسا ہے کہ نمایاں چیز بھی اس سے اوجھل ہو سکتی ہے۔

غرض دنیا اس طرح چلتی ہے۔ کہ ہر شخص ہر چیز کو نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ ہر شخص

ایک خاص دائرہ کے اندر

دیکھتا ہے۔ اور جو چیز اس دائرہ سے باہر ہو۔ وہ اسکی نظر سے

دلچسپ رہتی ہے۔ گویا لوگ اپنی ایجاد کردہ ٹیلیسکوپ سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ جو چیز اس کے نیچے آجائے۔ اسے دیکھ لیتے ہیں۔ اور جو نہ آئے اسے نہیں دیکھتے۔ اسی طرح بالکل ممکن ہے۔ بلکہ غالب گمان بھی ہے۔ کہ اس شخص کی ٹیلیسکوپ کے سامنے کوئی بات آئی اور اس نے سارے نوجوانوں پر تھوپ دی۔ یا کوئی خاص خوبی اس نے مدنظر رکھی۔ جو اسے نوجوانوں میں نظر نہ آئی۔ یا نوجوانوں کے کاموں کی نمائش اس کے سامنے ایسے رنگ میں نہ ہوئی۔ جو اسے پسند تھا ۔

میں اسے اپنے الزام میں غلطی پر سمجھتا ہوں۔ اور ایک منٹ کے لئے بھی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ صحت پر ہے۔ مگر باوجود اس کے میں یہ بھی کہتا ہوں۔ کہ ہمارے نوجوانوں نے ایسے کاموں میں جو سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ پچھلے ایام میں کم حصہ لیا ہے مجھے تمہارے

اخلاص میں شبہ نہیں

مگر کئی طبائع ایسی ہیں۔ جو دل کے اخلاص کو نہیں دیکھ سکتیں۔ بلکہ ان کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے۔ اگر انہیں کم نظر آئے۔ تو جھٹ فتویٰ لگا دیتی ہیں۔ کیونکہ وہ محتاج ہیں اس بات کی۔ کہ ان کی محدود نظر کے سامنے کوئی چیز لا کر رکھی جائے۔ تب وہ دیکھیں ۔

اس دفعہ آپ لوگوں کا

جمع ہو کر قادیان آنا

اور مولوی رحمت علی صاحب کو دعوت دینا ثبوت ہے اس بات کا۔ کہ آپ لوگوں میں وہ زندگی پائی جاتی ہے۔ جو احمدیت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ زندگی موجود رہے گی۔ اگر میری

آنکھوں کے سامنے

کوئی ایسی چیز بھی آجائے جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ احمدیت میں زندگی نہیں رہی۔ تو بھی میں یہ نہیں سمجھوں گا۔ کہ جو کچھ مجھے نظر آرہا ہے وہ درست ہے۔ کیونکہ میں تو دروز غلطیاں کرتا ہوں۔ مگر خدا تو کبھی غلطی نہیں کرتا۔ اور خدا تعالیٰ کہتا ہے۔ یہ جماعت زندہ رہیگی اور بڑھے گی۔ پس دوسروں کی آنکھ کا مجھے کچھ دکھانا تو الگ رہا۔ اگر اپنی آنکھ بھی مجھے خدا تعالیٰ کے وعدوں کے خلاف کچھ دکھائے تو میں اسے ماننے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ لیکن وہ جو دوسروں کی حالت کا اندازہ اپنی نظر سے کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی بشارتوں سے نہیں کرتے۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ اپنی حالت سے انہیں صحیح اور درست اندازہ لگانے کا موقعہ بہم پہنچایا جائے ۔

اگر

ہمارے نوجوان

آئندہ بھی اسی طرح دین کے متعلق اپنی دلچسپی کا اظہار کریں۔ تو یہی جواب کافی ہوگا ایسے لوگوں کے لئے جو اپنے دلوں میں کوئی غلط بات رکھتے ہیں۔ میں نے پہلے بھی کئی دفعہ نوجوانوں کو توجہ دلائی ہے۔ کہ جو نوجوان پہلے یہاں رہتے تھے۔ وہ تبلیغ میں خوب حصہ لیتے تھے اور کوئی وجہ نہیں کہ آپ لوگ حصہ نہ لیں۔ اس کے لئے جس قدر

واقفیت کی ضرورت

ان میں ایسی للہیت اور روحانیت پائی جاتی ہے۔ کہ ان کے پڑھنے والے کے دل میں عشق کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں مطالعہ کا بہت شوق رکھنے والا ہوں۔ اور میں نے تمام ممالک کی کتابیں کچھ اصل زبان میں اور کچھ ترجموں کے ذریعہ پڑھی ہیں۔ میں نے روسیوں فرانسیسیوں۔ جرمنوں۔ انگریزوں۔ چینیوں۔ جاپانیوں۔ امریکنوں کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ میں نے دیکھا ہے بعض لوگوں نے بڑی بڑی علمی تحقیقاتیں کی ہیں لیکن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک سادہ فقرہ

جذبہ اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے ایسا بھرا ہوا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے سب فلسفے اور سب تحقیقاتیں ہیچ نظر آتی ہیں۔ اگر آپ لوگ تبلیغ کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس کے لئے علم کی ضرورت ہے تو وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں مل سکتا ہے۔ وہ علم جسکی آپ لوگوں کو ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں سے باہر نہیں۔ کیونکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر ہیں۔ اور ہمارے لئے سارا علم قرآن میں ہے۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ نوجوانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کی طرف اتنی توجہ نہیں جتنی ہونی چاہیئے۔ میں نے دیکھا ہے۔ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

کسی کتاب کی چند سطریں

پڑھتا ہوں۔ تو حقائق و معارف کے دریا بہنے لگ جاتے ہیں اس وقت میں حیران ہو جاتا ہوں کہ ان معارف کو قلمبند کروں یا کتاب پڑھوں۔ میں کسی کتاب کے چند صفحے پڑھ کر ایک اردو میں یہ جاتا ہوں۔ کئی دفعہ مجھے اس بات پر خوشی ہوئی۔ کہ میں نے کوئی نئی بات نکالی۔ مگر جب دیکھا۔ تو وہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی تحریر میں موجود پائی۔ گو وہ لوگوں کی نظر سے پوشیدہ تھی۔ اور میری نظر سے بھی اس سے پہلے پوشیدہ تھی۔ دراصل

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں

قرآن کریم کی طرح غیر محدود حقائق اور معارف رکھتی ہیں۔ .. میں قرآن کریم کی بھی لمبی تلاوت نہیں کر سکتا۔ اپنے آپ کو مجبور کر کے رمضان میں کچھ لمبی تلاوت کر لیا کرتا ہوں۔ مگر بارہا ایسا ہوا ہے۔ کہ میں نے تلاوت شروع کی۔ تو ایک ہی آیت پر رک گیا۔ اور اسی کو دوہرا دوہرا کر اس کے حقائق اور معارف سے لطف حاصل کرتا رہا۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں۔ اگر نوجوان ان کی طرف توجہ کریں۔ تو بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ترتیب سے باتیں بیان فرماتے ہیں۔ جو انسانی فطرت چاہتی ہے۔ فلسفیانہ طرز پر نہیں۔ عام طور پر نوجوان اس رنگ کو پسند کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ دن رات جن کتابوں سے انہیں واسطہ پڑتا ہے۔ وہ ایسی ہی ہوتی ہیں۔ اور یہ طرز ان کی

عادت میں داخل

ہو چکی ہوتی ہے۔ مجھ پر امریکن کتاب بہت گراں گذرتی ہے کیونکہ میں نے ولایت کی انگریزی میں مطالعہ جاری رکھا ہے۔ امریکہ کے

دلچسپی سے نہ پڑھ سکا۔ کیونکہ انکی انگریزی جداگانہ طرز کی ہوتی ہے۔ جو شاق گذرتی ہے۔ ان کا طرز بیان اور ہوتا ہے۔ اور مجھ اور طرز کی عادت ہے ۔

چونکہ کالجوں میں ایک خاص رنگ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کے خلاف جو کچھ ہو۔ اسے پسند نہیں کیا جاتا۔ کارلائل کے متعلق لکھا ہے۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت تعریف کی۔ لیکن جب اس نے قرآن پڑھا۔ تو کہا میں اپنی تعریف واپس لیتا ہوں۔ کیونکہ قرآن میں کوئی ترتیب نہیں۔ بکھری ہوئی باتیں ہیں۔ دراصل خدا تعالیٰ کی کتاب

فطرت انسانی کے مطابق

ہوتی ہے جیسے جیسے جذبات ابھرتے اور جو راہ اختیار کرتے ہیں۔ اسے مدنظر رکھتے ہوئے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔ چونکہ عام لوگوں سے یہ ترتیب جو فطرتی ہے۔ دب گئی ہے۔ اس لئے انہیں گراں گذرتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں بھی اصل فطرت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ جو شخص اصل فطرت ابھار کر انہیں پڑھے۔ اسے عین فطرت کے مطابق ہر ایک بات نظر آئے گی ۔

اس وقت میں اسی پر تقریر ختم کرتا ہوں۔ کیونکہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ اور امید ہے۔ کہ آپ لوگوں کو کچھ اور سنانے کا موقعہ ملے گا۔ آپ لوگ چونکہ آئے ہیں۔ اس لئے کوشش کرونگا۔ کہ اور موقعہ بھی دوں۔ اس وقت میں اسی بات پر ختم کرتا ہوں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بات جو آپ سے کہی گئی ہے معمولی ہے۔ دوسرے موقعہ پر کوئی زیادہ بڑی بات کہی جائے گی۔ اگر آپ لوگ اسی پر عمل کریں۔ تو یہی بہت بڑی ہے ۔

رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۹ء

سالہائے گذشتہ میں جماعتوں کی تعداد کے لحاظ سے ۵۰۰ کاپیاں رپورٹ مشاورت کی چھپوائی جاتی رہی ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف ۱۵۰ کے قریب خرچ ہوتی رہی ہیں باقی تمام دفتر میں موجود ہیں۔ باوجود متواتر کوشش اور اعلانوں کے بھی جماعتوں نے توجہ نہیں فرمائی۔ اور رپورٹیں خرید نہیں کیں۔ حالانکہ ہر جماعت کے لئے ایک ایک کاپی اپنے علم کیلئے اپنے دفتر میں رکھنا ضروری ہے۔ اس سال صرف ۱۵۰ کاپیاں چھپوانے کا انتظام کیا گیا ہے ۔

لہذا وہ جماعتیں جو رپورٹ مشاورت خرید کرنا چاہیں دس یوم کے اندر اندر دفتر ہذا کو مطلع کر دیں۔ تاکہ اگر رپورٹ خریدنے والی جماعتوں کی تعداد ۱۵۰ سے زیادہ ہو تو ابھی سے انتظام کیا جا سکے۔ ورنہ بعد میں مہیا نہ ہو سکیگی۔ رپورٹ کی کتابت کرائی جا چکی ہے۔ اب صرف طباعت باقی ہے۔ امید ہے احباب جلد توجہ فرمائیں گے ۔

پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح

عورتوں کا مجلس شوریٰ میں حق نمائندگی

علم غذا

عورتوں کے حق نمایندگی کے متعلق الفضل میں ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ جس میں قابل خطیب فرماتے ہیں:۔

زیر بحث یہ نہیں کہ "آج دال منگائیں یا گوشت" شاید آپ کو یہ معلوم نہیں کہ موجودہ زمانہ میں غذا بھی ایک علم بن گئی ہے اور اسلام نے تو پہلے ہی سے اسے ایک علم کے ماتحت رکھ کر حلال و حرام میں دوسرے مذاہب سے اختلاف کیا تھا۔ پس اصل میں تو مناسب یہی ہے۔ کہ عورت سے اس کے متعلق مشورہ بھی نہ لیا جائے۔ اور مرد ہی اس کا بھی فیصلہ کیا کریں۔ لیکن غضب تو یہ ہے۔ کہ اس بارہ میں مرد مشورہ نہیں لیا کرتے۔ بلکہ بعض اوقات تو عورت کو ان سے مشورہ لینا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایسے گھر کم ملینگے۔ جن میں مرد عورت سے پوچھتا ہو کہ "آج گوشت منگائیں کہ دال"۔

شاورهم سے استدلال

آپنے شاورهم سے استدلال کیا ہے کہ اگر عورتیں شامل ہوتیں تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم بھی عورتوں سے مشورہ لیتے۔ مگر سوال یہ ہے کہ شاورهم کی ضمیر کس طرف جاتی ہے۔ اوّل تو اس جگہ منافقوں کا ذکر ہے۔ پس انہی کی طرف ضمیر جاتی ہے نہ مومن مرد اس میں شامل ہیں نہ مومن عورتیں ✣

دوم شارع علیہ السلام نے تو مجلس شوریٰ کے سب ممبر اپنی مرضی سے منتخب فرمائے تھے۔ پس مرد بھی نیابت کا سوال اُڑا دیں اور اسی پر اصرار کریں کہ جنہیں خلیفۂ وقت مقرر فرمائیں وہی ممبر ہونے چاہئیں۔ موجودہ طریق انتخاب شریعت کے خلاف ہے۔

اگر اپنے مقصد کے لئے شارع علیہ السلام کی سنت میں تبدیلی ہو سکتی ہے۔ تو عورتوں کی نیابت کے متعلق کیوں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر یہ کہو کہ خلیفۂ وقت کے حکم سے یہ تبدیلی ہوتی ہے۔ تو عورتوں کے متعلق فیصلہ بھی خلیفۂ وقت پر چھوڑ دو۔ اس بارہ میں شریعت کا حکم زیادہ زوردار کیوں ہو گیا ہے۔ کیا مولوی صاحب ثابت کر سکتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی خلیفہ کے وقت میں شوریٰ کے ممبر انتخاب سے مقرر ہوتے تھے

خلفاء نے کونسی مجلس شوریٰ مقرر کی

آپنے فرمایا ہے مجلس شوریٰ ہمیشہ قائم رہی۔ مگر کسی ایک خلیفہ نے مجلس شوریٰ کا ممبر کسی ایک عورت کو بھی مقرر نہیں فرمایا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ نے کوئی مجلس شوریٰ مقرر فرمائی تھی۔ اگر یہ درست ہے تو انکی مجلس شوریٰ کے ممبروں کی فہرست شائع فرمائیں۔ تاہم دیکھیں کہ ان میں صرف مرد تھے۔ عورتیں نہ تھیں۔ اور اگر صرف مسجد میں مشورہ لینے کا طریق تھا تو پھر مقرر کرنے کا سوال ہی نہیں سوال یہ ہے کہ اس وقت عورتیں کیوں مشورہ میں حصہ نہیں لیتی تھیں۔ سو کسی خاص وقت میں عورتوں کا اپنے حق سے فائدہ نہ اُٹھانا اس امر کی دلیل نہیں قرار پا سکتا۔ کہ وہ ہمیشہ کے لئے اپنے حق سے دستبردار ہو جائیں ✣

حضرت ام سلمہؓ کا مشورہ

تعصب کا برا ہو۔ آپ تحریر فرماتے ہیں "حضرت ام سلمہ کا صلح حدیبیہ کے موقعہ پر آپ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کو مشورہ دینا یہ معنے نہیں رکھتا کہ وہ کانفرنس کی ممبر بن گئیں"۔ واقعہ نقل کرتے ہوئے اتنا بھی نہ لکھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے مشورہ پوچھا تھا۔ لکھا تو یہ لکھا کہ ان کا "مشورہ دینا" گویا اسوقت بھی وہ آپ ہی آپ بول اُٹھی تھیں ✣

ہر رنگ کی فضیلت

آپنے بما فضل الله بعضهم على بعض کا ترجمہ کیا ہے "اللہ تعالےٰ نے مردوں کو عورتوں پر قوائے ذہنیہ ظاہرہ و باطنہ کے لحاظ سے ہر رنگ میں فضیلت دی ہے"۔ یہ ہر رنگ آیت کے کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ یا کس لفظ سے اس کا استدلال ہوتا ہے

ایک آیت میں تصرف

اسی طرح او من ینشا فی الحلیة کا ترجمہ آپنے یہ فرمایا ہے "کیا صنف اناث جو گہنوں میں نشوونما پاتی ہے اور فی ذاتہا ناقص ہونے کی وجہ سے حصول کمال و خوبی میں ان کی محتاج ہے"۔ یہ آیت کے الفاظ میں تصرف ہے۔ یہ فقرہ نہ کسی لفظ کا ترجمہ ہے نہ فحوائے کلام سے نکلتا ہے۔ عورتوں پر تصرف کا دعویٰ کرتے ہوئے خدائی کلام پر کیوں تصرف شروع کر دیا۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ عورتوں کے حق نمائندگی پر غور کرتے ہوئے چند امور کو ضرور زیر نظر رکھنا چاہیئے۔ ان امور کے متعلق بعض باتیں قابل عرض ہیں ✣

نبی کریمؐ نے کسے حق نمائندگی دیا

آپنے فرمایا ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حق نمائندگی عورتوں کو کیوں نہیں دیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے حق نمائندگی مردوں کو دیا ہے۔ اگر دیا ہے تو سند پیش فرمائیں۔ مگر دلیل دیتے وقت حق اور نمائندگی کے الفاظ مدنظر رکھیں۔

اختلاط النساء بالرجال کا کیا مطلب ہے

آپنے تحریر فرمایا ہے "کیا اختلاط النساء بالرجال اسلام میں پسندیدہ ہے۔ اگر نہیں۔ تو اس موقعہ پر کیوں اجازت ہونی چاہئیے"۔ ذرا اتنا تو بتا دیا جائے۔ اختلاط کے کیا معنی ہیں۔ کیا اس مجلس میں شامل ہونا جس میں مرد ہوں؟ تو کیا عہد رسالت میں عید اور وعظ کے موقعہ پر عورتیں جاتی تھیں یا نہیں۔ کیا مرہم پٹی زخمیوں کی کرتی تھیں یا نہیں۔ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جس میں بہت سے مرد ہوتے تھے آکر سوال و جواب کرتی تھیں یا نہیں۔ اگر کرتی تھیں۔ تو اختلاط کے کیا معنے ہیں۔ کیا بغیر ممبری کے اب تک جلسہ سالانہ کے موقعہ پر اور شوریٰ میں عورتیں پس پردہ شامل ہوتی ہیں یا نہیں۔ بلکہ انکی بیویاں بھی جو بقول مولوی صاحب شوریٰ میں عورتوں کے شامل ہونے کے مخالف ہیں۔ اور صرف ان کی بیویاں ہی اس ممبری کے قابل ہیں۔ اگر اختلاط کے یہی معنے ہیں۔ تو یہ کیا غضب ہو رہا ہے۔ اگر اختلاط کے معنے ہیں علمی اور قومی امور کے متعلق مردوں کی مجلس میں عورتوں کا پس پردہ بولنا یا مردوں کا ان سے سوال و جواب کرنا؟ تو کیا اس اختلاط کی مرتکب خود ازواج مطہرات نہیں ہوئیں۔ بلکہ خود ذات بابرکات نبوی بھی ایسا نہیں کر چکی؟ کیا اسلامی حکومت کے زمانہ میں عورتیں درس تدریس نہیں دیتی رہیں۔ یا تعلیم و تعلم مردوں کی مجالس میں نہیں کرتی رہیں؟ اور کیا شوریٰ میں اسکے بڑھکر کچھ اور ہوگا؟ اگر ہوگا تو کیا؟ اگر نہیں تو اختلاط کے سوال کے اُٹھانے کا یہاں کونسا محل تھا ✣

خلیفہ کا انتخاب

پوچھا گیا ہے۔ کیا عورتیں خلیفہ کا انتخاب کر سکتی ہیں۔ یا کسی عورت کو خلیفہ منتخب کر سکتی ہیں؟ اور اگر عورتیں ممبر ہوں اور وہ کوئی عورت خلیفہ منتخب کریں۔ تو اس کا انسداد کیا ہوگا۔

ہمیرے نزدیک اس سوال کو اس نقطۂ نگاہ سے دیکھنا چاہیئے کہ کیا عورت شریعت کے رُو سے خلیفہ ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتی ہے تو کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق۔ اور اگر شریعت کے رو سے عورت خلیفہ نہیں ہو سکتی۔ اور خود مضمون نویس صاحب ارشاد نبوی نقل کر چکے ہیں۔ کہ نہیں ہو سکتی۔ تو اس کا انسداد شریعت کریگی۔ اور اگر شریعت سے باہر نکل جانے کا سوال ہو تو وہ عورت و مرد کے لئے یکساں ہے۔ اگر مردوں کی مجلس شوریٰ شریعت کے خلاف کوئی فیصلہ کردے تو اس کا انسداد کیا ہوگا۔ اگر وہ کسی نامناسب اور بے دین آدمی کو خلیفہ مقرر کرلے تو اس کا انسداد کیا ہوگا۔ ان امور کا انسداد خدا تعالےٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے خواہ مردوں سے صادر ہوں۔ خواہ عورتوں سے۔ وہ ایسے وقت میں یا تو ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ خلاف شریعت کام ہو ہی نہ سکے۔ یا اگر قوم بگڑ چکی ہوتی ہے اور اسکی امداد کی مستحق نہیں رہتی۔ تو اسے خلاف شریعت کام کرکے تباہ ہونے دیتا ہے۔ آخر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شہید کرکے مردوں نے ایک نسلی حکومت قائم کرلی۔ اور خلافت کو ٹھکرا دیا۔ تو اس وقت دنیا نے کیا کر لیا تھا۔

مخالفین نمائندگی کی قابل اور مؤیدین کی ناقابل بیویاں

لکھا گیا ہے "عورت پر مرد کی اطاعت واجب ہے پس اس کا کیا علاج ہوگا۔ کہ جو مرد عورتوں کی نمائندگی کے حق میں ہیں انکی بیویاں ناقابل ہیں اور جو اس کے خلاف ہیں۔ ان کی بیویاں قابل؟"

یہ سوال کہ عورت پر اطاعت کس حد تک واجب ہے میں اس وقت نہیں چھیڑتی۔ مگر پوچھتی ہوں۔ کیا یہ قاعدہ ہے یا واقعہ کہ جسقدر مرد عورتوں کی نمائندگی کے حق میں ہوں۔ ان کی بیویاں ناقابل ہوں یا ناقابل ہوتی رہینگی۔ اور جو اس حق کے مخالف ہوں ان کی بیویاں ممبری کے قابل ہوں یا قابل ہوتی رہینگی۔ اگر واقعہ ہے تو یہ فیصلہ کیجئے کہ چونکہ اس وقت سب ایسے مردوں کی بیویاں جو عورتوں کے حق نمائندگی کے حق میں ہیں۔ ناقابل ہیں۔ اور قابل عورتوں کے خاوند مخالف ہیں۔ اس لئے گو عورتوں کو حق حاصل ہے۔ مگر اس وقت وہ ممبر نہیں بنائی جا سکتیں۔ اور اگر یہ قاعدہ ہے کہ ہمیشہ جو لوگ مخالف ہوں ان کی بیویاں قابل ہونگی۔ اور جو تائید میں ہوں۔ انکی بیویاں ناقابل ہونگی۔ تو اس قاعدہ کا ثبوت قرآن و حدیث و عقل سے کیا ہے؟ لیکن اگر یہ مطلب ہے کہ بعض حالات میں ایسا ہو تو اس کا کیا علاج ہوگا۔ سو سنئے اس کا جواب سہل ہے۔ اگر اطاعت کا یہی مفہوم قرار پایا جو اس مضمون میں سمجھا گیا ہے۔ تو اس کا یہ علاج ہوگا۔ کہ نہ وہ عورتیں ممبر ہونگی جو ناقابل ہوں۔ مگر ان کے خاوند حق نمائندگی کے مؤید ہوں اور نہ وہ ہونگی جن کے خاوند مخالف ہوں۔ لیکن وہ خود قابل ہوں۔ بلکہ وہ ہونگی جن کے خاوند بھی مؤید ہوں۔ اور وہ خود بھی قابل ہوں جو ناقابل ہونگی ان کو تو انکے ہمنیں چنینگی ہی نہیں۔ اور جن کے خاوند مخالف ہونگے اگر ان کا نام تجویز ہوا۔ تو وہ کہدینگی۔ ہمتو ہمارے خاوند اس امر کے مخالف ہیں۔ ہمیں اس کام سے معاف فرمائیں۔ بعینہ اسی طرح جس طرح کہ مردوں کے انتخاب کے وقت بعض قابل مرد اس وجہ سے ممبری سے انکار کر دیتے ہیں۔ کہ اسوقت کسی اور ضروری کام کی وجہ سے وہ شوریٰ میں شامل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے +

مجلس شوریٰ میں عورتوں کی عدم شمولیت کی وجہ سے نقص

آخری اصل یہ قرار دیا گیا ہے کہ دیکھنا چاہیے اگر عورتیں مجلس شوریٰ میں نہ شامل ہوں۔ تو کیا اس میں کوئی نقص لازم آئے گا اگر نہیں۔ تو پھر کیا ضرورت ہے۔ اور اگر آئیگا تو مردانہ کاموں میں یا زنانہ کاموں میں یا مشترک کاموں میں۔ اگر مردانہ کاموں اور مشترک کاموں میں نقص لازم آئے گا۔ تو ان کاموں کو مرد عورتوں کی نسبت بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔ اور اگر کہو کہ زنانہ کاموں میں تو کوئی حیادار عورت ایسی باتوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے پیش نہیں کر سکتی +

یہ اصل ایسا بھونڈا ہے کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ نمائندہ سیالکوٹ شامل نہ ہو تو مجلس شوریٰ کو کیا نقصان ہوگا۔ یا نمائندہ بنگال شامل نہ ہو۔ تو کیا نقصان ہوگا۔ تو کیا سوائے اس جواب کے کہ اس سے سیالکوٹ اور بنگال [illegible] حق نمائندگی سے محروم ہو جائینگے [illegible]

سیالکوٹ یا بنگال کے متعلق سوال ہو۔ تو ان کی رائے معلوم نہ ہو سکے گی۔ کوئی اور جواب دے سکتے ہیں کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ پچھلی مجلس شوریٰ میں سیالکوٹ کے نمائندوں کی شمولیت سے کیا کیا فائدہ ہوا تھا۔ یا کیرنگ یا کلکتہ کے نمائندہ کے شامل نہ ہونے کی وجہ سے کیا کیا نقصان ہوا تھا مولانا ان امور میں نظر تفصیلی نہیں اجمالی ڈالی جاتی ہے۔ اور نہ آپ نہ آپکے اساتذہ نہ اور کوئی انسان ان امور کی تشریح کر سکتا ہے۔ ان امور میں صرف یہ دیکھا جاتا ہے کہ ایسا طریق اختیار کیا جائے کہ کوئی قوم یا جماعت کلی طور پر اپنے خیالات کے اظہار سے محروم نہ رہ جائے۔ فائدہ یا عدم فائدہ کا سوال نہیں ہوا کرتا +

دوسرا پہلو آپ نے یہ پیش کیا ہے کہ اگر خالص مردوں کے امور میں یا مشترکہ امور میں نقص لازم آئے گا۔ تو ان کاموں کو مرد بہتر کر سکتے ہیں۔ میں اس کا جواب یہی دونگی۔ کہ ایک دفعہ پھر اپنی تحریر دیکھ لیجئے۔ اسکے کیا معنے ہیں کہ اگر نقص لازم آئے گا۔ تو مرد اس کام کو بہتر کر سکتے ہیں۔ جب آپ نے مان لیا کہ نقص لازم آئے گا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی مان لیا کہ اس صورت میں مرد ان کاموں کو بہتر نہیں کر سکتے۔ پھر یہ دونوں نقیض کیونکر جمع ہو گئے +

تیسرا پہلو آپ نے یہ نکالا ہے کہ اگر خالص زنانہ کاموں میں نقص آئے گا۔ تو کوئی حیادار عورت ایسی باتوں کو غیر محرم مردوں کے سامنے بیان نہیں کر سکتی۔ اول تو میں یہ کہونگی کہ ایاز قدر خود بشناس۔ یہ بے حیائی کا الزام کس پر آرہا ہے ازواج مطہرات رض پر یا کسی اور پر؟ یہ انصاریہ عورتوں پر یا کسی اور پر؟ وہ امور جن کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ان کا ذکر کرنے سے عورت شرمائے گی۔ آخر وہی امور ہو سکتے ہیں۔ جو طہارت وغیرہ قسم کے مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیا آپ کو یاد ہے یا نہیں کہ اس بے حیائی کا الزام ایسے ہی موقعہ پر پہلے بھی کسی نے لگایا تھا؟ پھر اس کا کیا جواب ملا تھا۔ کیا یاد ہے یا نہیں۔ کہ ایک انصاریہ عورت نے ایک مسئلہ کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تھا۔ اور حضرت عائشہ رض نے اس پر برا منایا تھا۔ اور کہا تھا۔ تو نے عورتوں کو ذلیل کر دیا مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے سختی سے فرمایا تھا۔ اس نے ذلیل نہیں کیا۔ دینی مسائل کی تحقیق میں شرم کا سوال نہیں کیا پھر آپ کو یاد ہے یا نہیں کہ حضرت عائشہ رض سے متعدد بار صحابہ کرام عورتوں کے مخصوص مسائل کے متعلق سوال کرتے رہے ہیں۔ اور وہ بوضاحت جواب دیتی رہی ہیں۔ کیا آپ کے نزدیک نعوذ باللہ من ذالک یہ بے حیائی کی باتیں تھیں۔ یا کیا مجلس شوریٰ میں آپ کے نزدیک ان امور سے بڑھ کر کوئی اور باتیں ہونگی جن کے متعلق بولنا عورت کے لئے باعث بے حیائی ہوگا۔ اگر ایسا ہے تو کسی ایک امر کو بطور مثال پیش کر دیجئے +

یہ جواب تو مجلس شوریٰ کے اس نقشہ کو فرض کر کے دیا ہے جو آپ نے پیش کیا ہے لیکن مجھے اس نقشہ سے ہی [illegible]

اختلاف ہے۔ مجلس شوریٰ مجلس افتاء نہیں ہے۔ کہ اس میں عورتوں یا مردوں کے مخصوص سوالات پر بحث ہوگی۔ اس میں تو عام قومی ضرورتوں پر بحث ہوگی۔ اور ان مسائل میں کبھی ایسا موقعہ نہیں آسکتا۔ کہ کسی عورت کو بھی خواہ اس کا معیار حیا آپ ہی کا مقرر کردہ معیار حیا کیوں نہ ہو۔ شرم محسوس ہو سکے۔ سیاقی بولنے کی عادت نہ ہونے کے سبب سے جو حیا روک بن سکتی ہے وہ عورتوں سے مخصوص نہیں۔ بلکہ مرد بھی اس حیا میں برابر کے حصہ دار ہیں۔ کیا اس وقت تک جس قدر امور پیش ہوئے ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا ہے جس پر حیادار عورتیں کچھ بولنے سے اجتناب کریں +

مجھے تعجب ہے کہ فیصلہ کنندہ مجلس نے آپ کے حق میں فیصلہ کس طرح دیا۔ کیا یہی وجہ تو نہیں۔ کہ قلم در کف دشمن است

حق نمائندگی کی مؤیدہ

بقیہ صفحہ ۱۱

اور مجھ میں ہی داخل ہے" ازالہ اوہام۔ طبع سوم صفحہ ۳۱۵

اس عبارت کو پیغامی مضمون نگار نے اپنے فریق پر چسپاں کیا ہے مگر چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ کہنا پڑتا ہے کہ ہو نہ ہو ایسی تفسیر کو اس کا مصداق قرار دینا جس میں مسیح موعود علیہ السلام کی صریح تحریروں کے خلاف باتیں موجود ہوں۔ جو معتبر صاحب ملازمت کے دوران میں ایک معقول تنخواہ لے کر کی ہو۔ مگر پھر بہانہ سے اسے اڑا دئے گئے ہوں۔ اور اب ذاتی ملکیت قرار دے کر اس سے ثمناً قلیلاً حاصل کر رہے ہوں۔ وہ حضرت مسیح موعود کی طرف کس طرح منسوب کی جا سکتی ہے۔ یہ سب کہنے کی باتیں۔ دھوکہ دہی کے طریق ہیں۔ مگر ان کا شکار وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو واقف نہ ہوں۔ اور واقف ہونے پر وہ بھی اس قسم کی چالبازیوں کا ارتکاب کرنے والوں پر نفرین بھیجنے لگتے ہیں + خاکسار غلام احمد مجاہد مولوی فاضل

علاقہ خاندیس میں تبلیغ احمدیت

خاکسار عرصہ تقریباً پانچ ماہ سے علاقہ خاندیس میں ایک اسلامیہ سکول میں ملازم ہے۔ سکول ٹائم کے بعد خاکسار تبلیغ احمدیت کرتا رہتا ہے۔ وقتاً فوقتاً ارد گرد کے گاؤں میں بھی دورہ کرتا رہتا ہوں۔ علاقہ خاندیس میں زیادہ تر مسلمانوں کی آبادی قوم شیخ اور مومن یعنی جلاہے ہیں۔ جو زیادہ تر ناخواندہ ہیں۔ اس لئے وہ ملانوں کے زیر اثر بہت ہیں۔ باوجود ملانوں کی مخالفت کے خدا تعالےٰ نے بہت بڑی کامیابی عطا فرمائی۔ اسوقت تک ان اقوام سے ۹ نفوس داخل سلسلہ ہوئے ہیں۔ اور ایک ہندو مرہٹہ نے بھی اسلام قبول کیا۔ جس کا پہلا نام شورام تھا اسلامی نام عبدالوہاب رکھا گیا +

خاکسار سید نعمت علی شاہ احمدی

خاندیس

خدا دو مسلمان فریق میں سے کس کے ساتھ ہے

پانچ ہزار (۵۰۰۰) سپاہی

پیغامی مضمون نگار نے پانچ ہزار سپاہی کے عنوان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک کشف درج کیا ہے۔ جو یہ ہے "کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا۔ کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا۔ مخاطب کرکے کہا۔ کہ مجھے ایک فوج کی ضرورت ہے۔ مگر وہ چپ رہا۔ اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا۔ جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا۔ اور اسے میں نے مخاطب کرکے کہا۔ کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا۔ کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی۔ مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائیگا۔ تب میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں۔ پر اگر خدا تعالٰے چاہے۔ تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله" اس کے متعلق پیغام لکھتا ہے "اگرچہ کثرت وقلت حق و باطل کی فی نفسہ کوئی دلیل نہیں۔ مگر تاہم حضرت مسیح موعود کے اس کشف سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آپ کو پانچ ہزار سپاہی دیئے جاوینگے۔ جو کام کرنے والے ہونگے۔ یہ اشارہ جماعت لاہور کی طرف ہے۔ قادیانی جماعت اس میں داخل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ خود اپنی تعداد لاکھوں کی ظاہر کرتی ہے۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کا الہام کہ "خدا دو مسلمان فریق میں سے ایک کا ہوگا۔ ظاہر کرتا ہے۔ کہ ان دو فریق میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہوگا جس کی تعداد ہزاروں تک ہے۔ اور اس فریق کے ساتھ نہیں ہوگا جس کی تعداد لاکھوں تک ہے"

عجیب استدلال

اس استدلال پر بے اختیار "کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا" کہنا پڑتا ہے۔ کہاں وہ کشف جو ۱۸۹۱ء میں ازالہ اوہام لکھتے وقت حضرت مسیح موعودؑ نے درج فرمایا۔ اور کہاں "دو فریق" والا الہام جو اس کشف کے درج ہونے کے ۱۶ سال بعد ۱۹۰۷ء میں ہوا۔ مگر مضمون نگار کی دیدہ دلیری ملاحظہ ہو۔ کہ پچھلے الہام کو پہلے لکھکر اور پہلے الہام کو بعد رکھکر یہ نتیجہ نکال رہا ہے کہ وہ کشف جو بعد میں ہوا۔ اس الہام کی تفسیر تھا۔ اور دو فریق میں سے ایک فریق کی تعیین کے لئے تھا۔

جماعت کی ترقی کے متعلق الہام

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس "پانچ ہزار سپاہی" والے کشف سے قبل متواتر الہامات کے ذریعہ خبر دی گئی۔ کہ آپ کی جماعت بڑھیگی۔ دور دراز ممالک میں ترقی کرے گی۔ اور لوگ آپ کے ناصر و مددگار ہونگے۔ مثلاً حضرت مسیح موعود علیہ السلام لیکچر لاہور صفحہ ۳۶ پر فرماتے ہیں۔

"(۱) ایک یہ کہ خدا تعالٰے ایسے وقت میں جبکہ میں اکیلا تھا۔ اور کوئی میرے ساتھ نہ تھا۔ اس زمانہ میں جس کو اب قریباً تیس سال گذر چکے ہیں۔ مجھے خوشخبری دیتا ہے۔ کہ تو اکیلا نہیں رہیگا۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ تیرے ساتھ فوج در فوج لوگ ہو جائینگے۔ اور وہ دور دراز راہوں سے تیرے پاس آئینگے۔ اور اس قدر کثرت سے آئینگے۔ کہ قریب ہے۔ کہ تو ان سے تھک جائے یا بد اخلاقی کرے۔ مگر تو ایسا نہ کر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں تک کہ اب دو لاکھ سے زیادہ ایسے انسان ہیں۔ جو میری بیعت میں داخل ہیں"

پس وہ فریق جو ظاہری و باطنی ہر دو صورتوں سے اس الہام کا اور اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔ اس کے بالمقابل ایک معمولی گروہ کو جو اس الہام کی عملاً تکذیب کر رہا ہے۔ کہ فوج در فوج کے زمانہ میں بھی اپنی قلت کو معیار صداقت قرار دیتا ہے۔ کیسے حق پر سمجھا جا سکتا ہے! اگر پانچ ہزار والے کشف کا یہی مطلب ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت ہمیشہ اتنی ہی رہے گی۔ تو یہ غلط ہے۔ خدا تعالٰے کی کتاب اس مطلب کو ٹھکراتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور پیشگوئیاں اس مطلب کو رد کرتی ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دیگر الہامات اس مطلب کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے قرآن شریف کی صریح پیشگوئی اذا جاء نصر الله والفتح ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجاً کی بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی افرادی ترقی کو نظر انداز کرتے ہوئے خلافت راشدہ کے مخالفین مثل شیعہ اور خوارج قليل من عبادي الشكور کو اپنی صداقت کی دلیل بنائیں۔ اور کہدیں۔ جب خدا قلیل من عبادی الشکور کہتا ہے۔ تو کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة کے مطابق شیعہ اور خارجی ہی حق پر ہیں۔ پس جیسے شیعہ اور خارجی کا یہ استدلال صریحاً باطل ہوگا۔ ویسے ہی پیغامی مضمون نگار کا یہ استدلال بھی باطل ہے

اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ پانچ ہزار سپاہی والا الہام ایک زمانے کے لئے اور پھر فوج در فوج کا الہام دوسرے زمانے کے لئے ہے۔ نادان ہے۔ وہ جو کہتا ہے۔ کہ ہمیشہ پانچ ہزار "خارجی" ہی حق پر ہونگے۔ خواہ فرقہ حقہ لاکھوں کروڑوں تک پہونچ جائے۔

غیر مبایعین کی مثال

پیغامیوں کی مثال بعینہ خوارج کی ہے۔ جو ایک خلیفہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور اسے او ذیتیں پہنچائیں۔ ویسے ہی ان لوگوں نے بھی چھ سال تک متواتر ایک خلیفہ کی اطاعت کرنے کے بعد دوسرے خلیفہ کے خلاف سازش اور بغاوت کا علم بلند کیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک کشف کو جو ۱۸۹۲ء میں ہوا تھا۔ اپنے حالات سے پورا کر دیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں "۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء کو ایک اور رویا دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ بن گیا ہوں۔ یعنی خواب میں ایسا معلوم کرتا ہوں۔ کہ وہی ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سو اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ میں علی مرتضٰے ہوں۔ اور ایسی صورت واقعہ ہے۔ کہ ایک گروہ خوارج کا میری خلافت کا مزاحم ہو رہا ہے۔ یعنی وہ گروہ میری خلافت کے امر کو روکنا چاہتا ہے۔ اور اس میں فتنہ انداز ہے۔ تب میں نے دیکھا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس ہیں۔ اور شفقت اور تودد سے مجھے فرماتے ہیں۔ کہ یا علی دعهم وانصارهم وزراعتهم۔ آئینہ کمالات اسلام۔ حاشیہ صفحہ ۲۱۸، ۲۱۹ (اس جگہ کھیتی سے مراد مولویوں کے پیروؤں کی وہ جماعت ہے۔ جو ان کی تعلیم سے اثر پذیر ہے۔ جس کی وہ مدت سے آبپاشی کرتے چلے آئے ہیں" اس فقرہ سے بھی پیغامی ہی مراد ہیں۔ کہ اندر ہی اندر ان لوگوں نے جماعت میں خفیہ ریشہ دوانیاں اور ٹریکٹوں کے ذریعہ یا دوسرے ذرائع سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف آبپاشی کی)

پس اے اہل پیغام اگر پانچ ہزار کے کشف سے آپ لوگ اپنا حق پر ہونا سمجھتے ہیں۔ تو پھر دوسرے الہام کا ظہور کب ہوگا۔ اور اگر (خدا نہ کرے) آپ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگئی۔ تو اس وقت اپنے آپ کو جھوٹا سمجھ لینگے۔ پس آپ لوگوں کے معنے کی رو سے دو الہاموں میں سے ایک کو سچا ماننا پڑتا ہے۔ اور ایک کو جھوٹا۔ مگر ہمارے معنے کی رو سے پانچ ہزار کا کشف تو پہلے وقت پورا ہو چکا۔ اور اب فوج در فوج کا وقت ہے۔ اور ہمارے درمیان کثرت افراد ہی معیار صداقت ہے۔ کیونکہ میرے پاس آئیں گے" کے الفاظ ہم پر صادق آ رہے ہیں۔

مسیح موعودؑ کا کام

اس کے بعد پیغامی مضمون نگار نے اپنی صداقت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ذیل نقل کیا ہے "سو میری صلاح یہ ہے۔ کہ بجائے ان وعظوں کے عمدہ عمدہ تالیفیں ان ملکوں (یورپ و امریکہ) میں بھیجی جائیں۔ اگر قوم بدل وجان میری مدد میں مصروف ہو۔ تو میں چاہتا ہوں۔ کہ ایک تفسیر بھی تیار کرکے اور انگریزی میں ترجمہ کراکے ان کے پاس بھیجی جائے۔ میں اس بات کو [illegible] صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا۔ کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا۔ جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے

بنگال میں احمدیت کس طرح پھیلی

بنگال کے پہلے مبلغ مولانا سید عبد الواحد صاحب مرحوم کے حالات زندگی

حضرت مولانا مولوی سید عبد الواحد صاحب مرحوم صوبہ بنگال کے ایک بہت بڑے عالم اور اپنے زہد و اتقاء کی وجہ سے بہت اثر رکھنے والے انسان تھے۔ اور ان کے ذریعہ اس علاقہ کے سینکڑوں آدمی جن میں نہایت معزز اور تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل ہیں۔ احمدیت میں داخل ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف نے نہایت دلچسپ انداز میں اپنے احمدی ہونے کی روئداد اپنے اکثر احباب کے اصرار پر اس خیال سے لکھی تھی۔ کہ "چونکہ زندگی کا خاتمہ نظر آتا ہے معلوم نہیں کہ کب پیغام اجل آجائے۔ لہذا ناچار نہایت محنت و کوشش سے باوجود لحوق کمال ضعف و نقاہت کے قلم بند کرتا ہوں۔ تاکہ یادگار رہ جائے۔ اور طالبان حق کے لئے راہبر ہو"

خدا کی شان مولوی صاحب کا اپنی زندگی کے متعلق یہ خیال بالکل درست ثابت ہوا۔ اور ابھی ان کی نوشتہ روئداد مطبع میں چھپ ہی رہی تھی۔ کہ انہوں نے ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ کو جمعرات کے دن ۷۳ برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ سید سعید احمد صاحب نے جو بنگال احمدیہ ایسوسی ایشن کے منیجر ہیں۔ اسے شائع کیا۔

روئداد اگرچہ مختصر سی ہے۔ اور چھوٹے سائز کے قریباً ایک سو صفحات پر ختم ہوگئی ہے۔ لیکن اس قدر دلچسپ اور ایمان افروز ہے۔ کہ شروع کرنے پر ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ چونکہ مولانا موصوف کے متعلق ہماری جماعت کو بہت کم تفصیلی واقفیت ہے۔ اس لئے ان کے خود نوشتہ حالات کسی قدر مفصل طور پر درج کئے جاتے ہیں:۔

اس رسالہ میں مولانا موصوف نے نہایت سادہ اور مجمل طریق سے اپنے سابقہ حالات کے متعلق صرف حسب ذیل چند الفاظ لکھے ہیں:۔

سابقہ حالات

"خاکسار اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور سے جو حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی مہاجر مکہ معظمہ قدس سرہ کے شاگرد تھے۔ بیعت کرکے طریقہ محمدیہ میں جو حضرت سید احمد صاحب بریلوی قدس سرہ کا طریقہ ہے۔ منسلک تھا"

احمدیت کا علم کیونکر ہوا

اس کے بعد بتایا ہے۔ کہ کس طرح انہیں سلسلہ احمدیہ کا علم ہوا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"افواہی طور پر سننے میں آیا۔ کہ پنجاب کے علاقہ گورداسپور میں ایک شخص نے امام مہدی ہونے کا دعوے کیا ہے۔ لیکن مجھے اس کی طرف چنداں توجہ دو وجہ سے نہ ہوئی۔ اول وجہ یہ کہ امام مہدی ہونے کا دعوے کرنے والے اکثر جھوٹے ہی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہوچکا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ کہ چونکہ وہ خبر مجھ کو منکرین و مخالفین کے ذریعہ محض بری طرح سے پہونچی تھی۔ اس لئے اس خبر کی تحقیق کی طرف خاکسار کی توجہ مبذول نہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں اتفاقاً منشی محمد دولت خان صاحب وکیل مرحوم کے لئے ایک ڈبیہ مفرح عنبری کی منگانا پڑی۔ پس میں نے ایک پوسٹ کارڈ وکیل صاحب کی طرف سے لاہور جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی کے پاس لکھ دیا۔ حکیم صاحب نے مفرح عنبری تو ایک ڈبیہ بھیجی۔ لیکن اس کے ساتھ ایک چھوٹا سا رسالہ بھی جس کا نام تفسیر سورہ جمعہ تھا وکیل صاحب کے نام مفت بھیجدیا۔ وہ رسالہ خلیفہ اول جناب مولانا نور الدین صاحب مرحوم و مغفور کا لکھا ہوا تھا۔ وکیل صاحب اس رسالہ کو پڑھ کر چونکہ کچھ بھی نہ سمجھ سکے۔ اس وجہ سے میرے پاس لے آئے۔ اور کہنے لگے۔ ذرا اسے دیکھئے تو سہی۔ شاید وہاں کوئی نیا فرقہ نکلا ہے۔ ہم اس رسالے کو واپس حکیم صاحب کے پاس بھیج دیں گے۔ ہم کو اس بکھیڑے سے کچھ کام نہیں۔ میں نے کہا۔ کہ واپس کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم اس کی حقیقت دریافت کریں گے۔ اور رد لکھیں گے۔ پس وکیل صاحب وہ رسالہ مجھ کو دے کر چلے گئے۔ میں نے اول سے آخر تک اسے پڑھا لیکن چونکہ وہ رسالہ طرز جدید پر لکھا گیا تھا۔ اس لئے کچھ بھی لطف نہ آیا۔ بلکہ بالکل فضول سا معلوم ہوا۔ کیونکہ جس طریق پر وہ لکھا گیا تھا۔ ہم اس سے مانوس نہ تھے۔ اسی میں یکایک میری نظر اس رسالے کے ٹائیٹل پیج پر پڑی۔ جہاں لکھا ہوا تھا۔ کہ اس رسالے کے مصنف کی علمیت کے قائل صرف ہندوستان ہی کے علماء نہیں۔ بلکہ عرب و مصر و شام وغیرہا کے علماء بھی ہیں۔ اس نوٹ کو پڑھ کر میرا یہ خیال کہ عوام الناس جاہلوں کا کوئی فرقہ ہوگا۔ ٹوٹ گیا۔ اور حقیقت دریافت کرنے کی طرف بڑی توجہ ہوگئی۔ آخرش میں نے وکیل صاحب کی طرف سے حکیم صاحب کو ایک پوسٹ کارڈ لکھا۔ اس کا مضمون تھا۔ کہ جس امام کے آپ معتقد ہوئے ہیں۔ ان کے کچھ حالات لکھیں۔ اور ان کی لکھی ہوئی کچھ کتابیں بھی ارسال فرمائیں۔ تاکہ ہم لوگ بھی ان کے فیض سے مستفیض ہوسکیں اسی اثناء میں اتفاقاً خود وکیل صاحب بھی آگئے۔ اور یہ دیکھ کر کہ میں نے ان کی طرف سے حکیم صاحب کو ایک پوسٹ کارڈ لکھا۔ انہوں نے کہا ایسا نہ ہو۔ حکیم صاحب کتابوں کا کوئی وی۔ پی بھیجدیں۔ یہ بھی لکھ دینا چاہیئے۔ کہ جو کچھ بھیجیں۔ ہدیۃً بھیجیں۔ کیونکہ بغیر کچھ حقیقت دریافت کئے ہوئے ہم روپیہ پیسہ خرچ نہیں کرسکتے۔ پس میں نے بھی وکیل صاحب کے کہنے سے ویسا ہی لکھ دیا۔ حکیم صاحب نے بڑے شد و مد سے اس خط کا جواب وکیل صاحب کو یہ لکھا۔ کہ جب آپ دیکھتے ہیں۔ کہ دنیا کا کوئی کام بغیر پیسے کے نہیں چلتا۔ تو کیا دین اور خدا طلبی کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے آپ کے پاس پیسے نہیں۔ ہاں ہوسکتا ہے۔ کہ دس بیس روپیہ کی کتابیں خرید کر ہم آپ کو بھیجدیں۔ لیکن جبکہ ہم نزدیک والے اور غریبوں کے لئے اس قدر خرچ نہیں کرسکتے۔ تو آپ کے لئے جو اس قدر دور کے رہنے والے ہیں۔ اور مرفہ الحال بھی ہیں۔ روپے خرچ کرنا مناسب نہیں خیال کرتے۔ میں آپ کے لئے بھیجوں تو بھیجوں کیا۔ کتابیں تو یہاں بہت ہیں۔ اور اخیر میں لکھا۔ کہ آپ مہربانی فرما کر فی الحال صرف پانچ روپے میرے پاس بھیجدیں۔ تو میں کچھ کتابیں مناسب حال آپ کے انتخاب کرکے بھیجدوں گا۔ حکیم صاحب ممدوح نے حضرت صاحب کے کچھ حالات بھی مختصر طور پر لکھ کر بھیجے تھے۔ جن میں آتھم اور لیکھرام کے واقعات بھی کچھ تحریر تھے۔ اور ریویو آف ریلیجنز اردو کے چند رسالے بھی مفت روانہ کئے۔ وکیل صاحب نے ان رسالوں کو لاکر میرے پاس ڈال دیا۔ پس وہ رسالے میرے پاس پڑے رہے۔ اور کبھی کبھی میں ان میں سے کسی نہ کسی کو اٹھا کر دیکھ لیتا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا۔ کہ اگر اس مدعی امام کی اپنی تصنیف کی ہوئی کوئی کتاب یا رسالہ یا تحریر ملتی۔ تو حقیقت حال معلوم ہوجاتی"

حضرت مسیح موعود کی ایک تحریر کا اثر

جویندہ یابندہ آخر مولانا موصوف کو انہی رسالوں میں سے ایک میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی تحریر دستیاب ہوگئی۔ جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:۔

"ان رسالوں کو الٹ پلٹ کرتے کرتے یکایک حضرت صاحب کی ایک تحریر خاکسار کی نظر سے گذری۔ میں نہایت توجہ کے ساتھ اس کو پڑھنے لگا۔ طرز تحریر سے ایک شان و عظمت ظاہر ہوتی تھی۔ پڑھتے پڑھتے اچانک ایک چکا چوند سی آنکھوں میں معلوم ہوئی۔ پس آنکھوں کو مل کر پھر پڑھنے لگا۔ اور پھر ویسا ہی معلوم ہوا۔ اور پھر آنکھوں کو مل کر پڑھنے لگا۔ اور پھر وہی حالت ہوئی۔ تب میں نے غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تب عبارتوں کے اندر ایک روشنی سی معلوم ہوئی۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ اہل باطل کی تو میں نے بہت سی تحریریں دیکھی ہیں۔ لیکن یہ کیفیت کسی میں نہیں پائی۔ اہل باطل کے کلمات ظلمت سے پُر ہوتے ہیں۔ یہ روشنی کیسی!"

اور زیادہ اشتیاق

قدرت الٰہی کے اس کرشمہ کا جو اثر ہونا چاہیئے تھا۔ وہی ہوا اور مولانا کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھنے کا اور زیادہ اشتیاق پیدا ہوگیا۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:۔

"پھر حضرت صاحب کی کتابیں دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔

اور ایک مرتبہ دل میں آیا۔ کہ حکیم صاحب نے جو پانچ روپیہ وکیل صاحب سے طلب کیا تھا۔ وہی پانچ روپیہ خفیہ میں حکیم صاحب کے پاس اپنے نام سے بھیجدوں تاکہ حکیم صاحب کچھ کتابیں میرے نام پر روانہ کردیں۔ لیکن اسی اثنا میں رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایک ٹائیٹل پیج پر حضرت صاحب کی تصنیف کردہ کتابوں کی ایک فہرست دیکھنے میں آئی اس لئے حکیم صاحب کی وساطت کی ضرورت نہ رہی۔ بلکہ میں نے براہ راست خود ہی قادیان سے تھوڑی سی کتابیں مثلاً ازالہ اوہام ہر دو حصہ۔ تحفہ گولڑویہ۔ نشان آسمانی۔ لیکچر لاہور اور لیکچر سیالکوٹ وغیرہ وغیرہ بذریعہ وی۔ پی منگالیں"۔

بہت بڑا انقلاب

کتابیں منگانے کے بعد ان کے پڑھنے اور اپنی حالت میں انقلاب آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"بہت ہی توجہ کے ساتھ ان کتابوں کو پڑھنے لگا۔ اور جہاں جہاں اپنی دانست کے خلاف کچھ پاتا تھا۔ حاشیہ پر نشان کرتا جاتا تھا۔ تاکہ نظر ثانی میں اس کی اچھی طرح تحقیق کرسکوں۔ اور کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا تھا۔ کہ وہی کتاب پڑھتے پڑھتے شبہ دور ہو جاتا تھا ان کتابوں کو پڑھنے کے بعد اور بھی کتابیں بدفعات منگاتا اور پڑھتا گیا۔ آخر جوں جوں کتابیں پڑھتا تھا۔ شوق بڑھتا جاتا تھا۔ اور صداقت کی روشنی دل میں پیدا ہوتی جاتی تھی۔ اول اول جب کتابیں پڑھتا۔ اور کوئی بات دل میں کھٹکتی۔ تو تردید لکھنا شروع کردیتا تھا۔ لیکن جب اپنی تحریر پر نظر ثانی کرتا تھا۔ تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ یہ تحریر کچھ بھی نہیں۔ اور پھاڑ ڈالتا تھا۔ اسی طرح کاغذ کے بہت سے اوراق ضائع ہوئے۔ اور بالآخر میں تھک کر رہ گیا اور تردید لکھنے کا خیال دور کردیا۔ پھر حضرت صاحب کی تائید میں کچھ زور طبیعت صرف کرنے لگا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ اس میں غیر معمولی قوت معلوم ہوتی ہے۔ اس کے بعد حضرت صاحب سے بلاواسطہ خط وکتابت کرنے لگا۔ اور اپنے بعض شبہات کے جوابات خود حضرت صاحب سے طلب کرنے لگا۔ چنانچہ بعض سوالات کے جوابات حضرت صاحب کی تصنیف براہین احمدیہ حصہ پنجم میں چھپے ہوئے موجود ہیں، جو چاہے۔ دیکھ سکتا ہے"۔

احمدیت کا چرچا

یہ سب کچھ اگرچہ در پردہ ہو رہا تھا۔ لیکن مشک وعشق کہاں چھپ سکتا ہے۔ لوگوں میں چرچا ہونے لگا۔ اور یہاں تک نوبت پہونچ گئی۔ کہ مولانا موصوف نے باوجود اس کے کہ ابھی احمدیت میں داخل نہ ہوئے تھے ایک جلسہ منعقد کرا کر علماء کو چیلنج دے دیا۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف جو دلائل رکھتے ہیں۔ وہ پیش کریں۔ اس پر کلکتہ سے ان کے مقابلہ کے لئے علماء بلائے گئے۔ مگر انہیں شکست فاش ہوئی۔ اور ان کے بُلانے والوں کے دل ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد بھی مولانا مخالفین کی کتب اور رسالے قیمتاً منگا کر مطالعہ کرتے رہے۔ لیکن روز بروز احمدیت کے متعلق یقین میں بڑھتے گئے۔ آخر وہ قادیان کے لئے روانہ ہوئے اس سفر کے دلچسپ حالات پھر درج کئے جائیں گے۔

سلطنت برطانیہ روز بروز کمزور ہو رہی ہے

"کیا برطانوی سلطنت کا خاتمہ قریب ہے"؟ اس عنوان کے ماتحت ایک مضمون کے دوران میں جو انگلستان کے ہفتہ وار اخبار "آنسرز" میں چھپا ہے۔ سرونسٹن چرچل ممبر پارلیمینٹ لکھتے ہیں۔ اس میں شبہ کی گنجائش نہیں۔ کہ موجودہ صدی سلطنت برطانیہ کے لئے فائدہ بخش نظر نہیں آتی۔ سلطنت کو گذشتہ صدی سے زیادہ نقصان اٹھانا پڑا ہے اُنیسویں صدی میں اس کو دوسری حکومتوں پر جو تفوق حاصل تھا وہ کم ہو رہا ہے۔ برطانیہ کو اپنی بحری قوت پر ناز تھا۔ لیکن ہوائی قوت اس کیلئے مہلک ثابت ہوئی ہے۔ اور بے نظیر بحری قوت کے گھمنڈ کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

دوسری سلطنتوں کو بحری قوت کا راز معلوم ہوچکا ہے۔ اور وہ ہنوز اس طرف سے غافل نہیں ہوئیں۔ امریکہ نے تو اس میں یہاں تک ترقی کرلی ہے۔ کہ آج دنیا میں برطانیہ کا واحد مد مقابل وہی ہے۔ اس طرح مالی لحاظ سے جو فوقیت برطانیہ کو حاصل تھی۔ وہ بھی ختم ہوگئی۔ اس سے قبل ہر جگہ برطانوی مصنوعات کی مانگ تھی۔ لیکن آج ہر ملک اپنی ضروریات کی اشیاء تیار کر رہا ہے۔ یا اس ملک سے خرید رہا ہے۔ جو برطانیہ سے کم قیمت وصول کرتا ہے۔

کوئلہ جس پر برطانیہ کھڑا تھا۔ اور اس کا کوئی حریف نہ تھا۔ تیل سے شکست کھا چکا ہے۔ اور اس معاملہ میں اس کی حالت بہت کمزور ہے روئی کے متعلق بھی یہی حالت ہے۔ برطانیہ والے جو لوہے کے بادشاہ تھے۔ اور کسی کو مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ آج امریکہ کے مقابلہ میں ایک چوتھائی آہنی سامان بمشکل تیار کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ برطانیہ کی حالت سخت ناتسلی بخش ہوگئی ہے۔ بحری قوت۔ کوئلہ۔ لوہا۔ اور دوسری اشیاء کی کمی ایسی باتیں نہیں۔ جن کو نظر انداز کردیا جائے۔ برطانیہ اس وقت نازک لمحوں سے گذر رہا ہے۔ اور اس کے حریف پوری سرعت سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہماری رفتار میں کمزوری نہیں آئی لیکن حریف ہم سے زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھ رہے ہیں۔ اگر بیسویں صدی کے ربع اول میں ہم اپنی دوسری ترقی یافتہ سلطنتوں کی ترقی کا جائزہ لیں۔ تو ہم کو نہایت افسوس کے ساتھ اس امر کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ کہ دوسرے ہم سے بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ اور اگر صورت رفتار یہی رہی۔ تو اندیشہ ہے کہ اس صدی کے اختتام تک ہم بہت پیچھے رہ جائینگے۔

اس سے قبل جو قومیں اور ملک ہمارے مطیع و فرمانبردار تھے ان میں اب بیداری پیدا ہوچکی ہے۔ اور حکومت خود اختیاری حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی سلطنت ایک عظیم نقصان دہ جد وجہد میں مصروف ہے۔ جس کی وجہ سے وہ اپنی ذاتی ترقی کیطرف پہلی سی قوت اور استقلال کے ساتھ متوجہ نہیں۔ برطانیہ کے لئے ایک اور باعث نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے پہلے ایک مطلق العنان بادشاہ کی طرح حاوی تھا۔ اب خود اس کے زیر نگین ایسا طبقہ پیدا ہوگیا ہے۔ جو اس کی برتری اور فوقیت تسلیم کرنے کی بجائے ہمسری کا خواہاں ہے کرتا ہے۔ یہ تحریک سلطنت کے ہر حصہ میں ترقی کر رہی ہے۔ جس کا نتیجہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے۔ کہ حکومت کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے کئی بار جھکنا پڑتا ہے۔ اگر ایسی کوئی تحریک اس صدی سے پہلے عالم وجود میں آتی۔ تو اس کی کامیابی کا اتنا امکان نہ ہوتا۔ لیکن اب بیسویں صدی ایسی تحریکوں کے لئے غنیمت ہوگئی ہے۔ اور نہایت معمولی وقت میں دنیا کے ایک حصہ کی اطلاعات دوسرے مقامات تک پہونچ جاتی ہیں جس سے بیک وقت خطرہ پیدا ہوجاتا ہے۔

ایک بہت بڑی مشکل ہندوستان میں کچھ عرصہ سے رونما ہو رہی ہے۔ تین سو ملین سے زیادہ مختلف رنگ و نسل اور مختلف فرقوں کے لوگ تاج برطانیہ کے تابع ہیں۔ اگرچہ آج کی یہ خواہش ہے۔ کہ ہندوستان کو اپنے پارلمنٹری انسٹی ٹیوشن ہو۔

مگر افسوس اس تجربہ کے کامیاب ہونے کی صورت محال ہے۔ ہندوستانیوں کا بہت بڑا حصہ ایک طبقہ کو نہایت حقیر سمجھتا ہے۔ اور باوجود اس نعمت کے حصول کے وہ یہ نہیں چاہتا۔ کہ ان لوگوں کو بھی فوقیت حاصل ہو۔ اور طرز حکومت مغربی لائنوں پر ہو۔ تعلیم یافتہ اپنی پوری قوت اور قابلیت کے ساتھ اس بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ کہ ان کے ہم وطن مسلمانوں کو جو برطانوی سلطنت کے قیام کے قبل ان پر حکمرانی کر چکے ہیں مساوی حقوق دئے جائیں۔ دوسری طرف مسلمان خواہ وہ تعلیم یافتہ ہے یا جاہل کبھی یہ پسند نہیں کرتا ہے۔ کہ اکثریت مالی اور تعلیمی قابلیت کے باوجود ہندو فوقیت حاصل کرلیں۔

یہ خیال کرنا کہ ہندوستانی بحیثیت مجموعی ایک نیشن کی صورت اختیار کرلیں۔ حالات و واقعات کو دیکھتے ہوئے اس بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ لارڈ مارلے کے قول کے مطابق ہندوستانی کبھی ایک متحدہ نیشن کی صورت میں مجتمع نہیں ہوسکتے۔

آل انڈیا کانگرس بھی جو تعلیم یافتہ طبقہ کے ہاتھوں میں ہے۔ اور ہندوستانیوں کی واحد ترجمان ہونے کا دم بھرتی ہے حکومت ہند کی کوئی مدد نہیں کرتی۔ بلکہ اپنی کارروائیوں سے بعض اوقات گورنمنٹ کے راستہ میں روڑے اٹکاتی ہے۔

گورنمنٹ کی ان کوششوں سے اختلافات کی خلیج اور بھی وسیع ہوگئی ہے۔ جو اس نے اس سلسلہ میں کی تھیں کہ ہندوستانی اسمبلی اور انڈین کانگرس کو متفقہ طور پر ہندوستان کا نمائندہ تسلیم کرلیا جائے۔ ہندوستانی ایک ایک عہدہ کے لئے لڑتے ہیں۔ ہندو کیوں لے گیا مسلمان کو کیوں نہیں دیا گیا۔ ہر طرف سے یہی صدائیں سننے میں آتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے آپس میں بھی وہ متحد و متفق نہیں ہوسکتے۔

ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک وہ ہے۔ جو گورنمنٹ کے خلاف استعمال ہو رہی ہے۔ اس تحریک کے پیرو حکومت کے کسی رکن پر اعتماد نہیں کرتے۔ وہ ہر ایسے رکن کو جو انسانوں کے اس وسیع مجموعہ پر انتظام و انصرام کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ [illegible]

مسلمانان لاہور کا کانگریس کو الٹی میٹم

۱۷ نومبر ۱۹۲۹ء کی شام کو مسلمانان لاہور کا ایک جلسہ منعقد ہوا۔ قاضی عبدالمجید صاحب قریشی نے مسلمانوں کے سیاسی حقوق کے متعلق تقریر کی۔ اور کہا۔ کہ ہم علم الدین کی میت کو لاہور لانے کا کام انجام دے چکے ہیں۔ اب ہمیں اس امر کا تہیہ کر لینا چاہئے کہ جس طرح ہم نے علم الدین کی لاش کو حکومت کے قبضہ میں نہیں رہنے دیا۔ اسی طرح اپنے حقوق دوسروں کے قبضہ میں نہیں رہنے دینگے۔ ہمارے حقوق یہ ہیں۔ کہ مسلمانوں کو پنجاب میں ۵۶ فی صدی اور بنگال میں ۵۴ فیصدی حقوق ملنے چاہئیں۔ سرحد و بلوچستان میں اصلاحات کا نفاذ ہو۔ سندھ بمبئی سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اور ہندوستانی نظام حکومت فیڈرل ہو۔ وقت آگیا ہے۔ کہ لاہور کا بچہ بچہ ان حقوق کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جائے کانگریس نے تین ماہ میں چند رضاکار مہیا کئے ہیں۔ مسلمانوں کو ایک ہفتہ کے اندر اندر اتنے میدان عمل میں پہنچا دینے چاہئیں سرور دو جہاں کی عزت حرمت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ بیس ہزار مسلمان موت کا حلف اٹھا کر میدان میں کھڑے ہو جائیں۔ پھر ایک نمائندہ کانگریسی لیڈروں کے پاس جائے۔ اور انہیں کہدے کہ مسلمان آزادی کے تہ دل سے متمنی ہیں۔ مگر وہ ہندوؤں کو ہرگز اجازت نہیں دے سکتے۔ کہ آزادی کا محل مسلمانوں کی ہڈیوں پر تعمیر کیا جائے۔ اگر تم لوگ ہمارے ان جائز حقوق کو تسلیم کر لو۔ اور گول میز کانفرنس میں شامل ہونے والے نمائندے ان کی تائید کا وعدہ کریں۔ تو یہ بیس ہزار آدمی کانگریس پر قربان ہو جائینگے ورنہ کانگریس کو کبھی امن و امان سے کام نہیں کرنے دیں گے۔ تمام حاضرین نے حلف اٹھایا۔ کہ ہم بطور رضاکار اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ پریذیڈنٹ علم الدین کمیٹی نے رضاکاروں کے مشورہ سے اعلان کیا۔ کہ جن ڈھائی سو رضاکاروں نے اپنی زندگیاں علم الدین کی لاش کو لاہور لانے کے لئے وقف کی تھیں وہ تحفظ حقوق کے لئے انتہائی قربانی پر آمادہ ہیں۔ صدر جلسہ نے کہا۔ کہ مسلمانان پنجاب کا واحد مطالبہ یہ ہے۔ کہ انہیں ۵۶ فی صدی حقوق دیئے جائیں۔ جس طرح ہم نے اعلان کیا تھا۔ کہ علم الدین کی لاش لیکر رہیں گے۔ اسی سپرٹ میں آج پھر دعویٰ کرتا ہوں کہ ہم ۵۶ فیصدی حقوق لیکر رہینگے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ۵۶ فیصدی کا [illegible] متعدی بیماری کی طرح سارے مسلمانوں میں پھیل جائے [illegible] گلی کوچے۔ سب ۵۶ فیصدی سے بھر جائیں۔ [illegible] کلام ہو۔ صاحب صدر نے ۵۶ فیصدی کے متعلق [illegible] ایک نعرہ حقوق وہیں تجویز کیا گیا۔ ایک شخص بلند آواز سے نعرہ حقوق کہتا۔ اور تمام حاضرین ۵۶ فیصدی کہتے۔ حاضرین نے دوبارہ حلف اٹھایا۔ کہ وہ ۵۶ فی صدی حقوق لینے کے لئے ہر قسم کی قربانیاں کرنے کے لئے تیار ہیں:

چھپن فیصدی کمیٹی اور چھپن فیصدی کور کا قیام

۱۹ نومبر کی شام مولوی عبدالمجید صاحب سالک ایڈیٹر انقلاب کی دعوت پر دفتر انقلاب میں ایک جلسہ ہوا۔ پروفیسر سید علم القادر صدر تھے تحفظ حقوق مسلمین کیلئے ایک کمیٹی بنائی گئی جس کا نام چھپن فیصدی کمیٹی تجویز ہوا چھپن فیصدی کور کے نام سے ایک کور کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کے لئے ایک حلف بدیں مضمون تجویز ہوا۔ "میں چھپن فیصدی کور میں شامل ہوتا ہوں۔ اور خدائے واحد کو حاضر و ناظر جان کر عہد کرتا ہوں۔ کہ مسلمانوں کے جملہ حقوق کی حفاظت کیلئے ہر قربانی پر آمادہ رہونگا اس سلسلہ میں جماعت مجھے جو حکم دیگی۔ اسکی پوری پوری تعمیل کرونگا" اس اجلاس میں انقلاب۔ سیاست۔ زمیندار۔ خاور اور مسلم آؤٹ لک کے ایڈیٹروں کے علاوہ اور بھی کئی ایک با اثر لوگوں نے پوری سرگرمی سے حصہ لیا:

الہ آباد میں لیڈروں کی کانفرنس

وائسرائے ہند کے اعلان پر پارلیمنٹ میں بحث کیوجہ سے جو صورت حالات پیدا ہو گئی تھی۔ اس پر غور کرنے کیلئے ۱۹ نومبر الہ آباد میں ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ ایسوشی ایٹڈ پریس کی وساطت سے معلوم ہوا ہے۔ سر تیج بہادر سپرو نے دہلی والے اعلان کی پابندی کا مشورہ دیا۔ اور کہا اگر ہماری شرائط کو منظور نہ کیا گیا۔ تو ہم پھر گول میز کانفرنس کو بائیکاٹ کرنے کیلئے آزاد ہونگے۔ مگر مشترکہ شرائط کو پورا کرنیکا مطالبہ غیر دانشمندانہ فعل ہے پنڈت مالوی نے بھی اسی عندیہ کی تائید کی۔ اور کہا۔ شرائط کی فوری منظوری کا مطالبہ وائسرائے کی راہ میں مشکلات پیدا کر دیگا۔ مسٹر ابھینکر اور مسٹر جمناداس مہتہ نے گول میز کانفرنس کی پیشکش کو ٹھکرا دینے اور مکمل آزادی پر قائم رہنے کا مشورہ دیا۔ مہاراجہ محمود آباد کا خیال تھا۔ کہ تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کا مطالبہ درست نہیں۔ صرف ان کے متعلق مطالبہ ہونا چاہیئے۔ جو زیر دفعہ ۱۲۴ (الف) یا تو سزا یافتہ ہوں یا زیر سماعت۔ مسٹر راجیوار نے بھی اسی نظریہ کی تائید کی گاندھی جی نے کہا لاہور کانگریس کے فیصلہ سے پیشتر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ مسٹر یعقوب حسن نے فرقہ وارانہ اتحاد پر زور دیا۔ اور کہا۔ اس کے بغیر گول میز کانفرنس کی کامیابی مشکل ہے۔ کانگریس مسلمان لیڈروں کو مدعو کرے اور فرقہ وارانہ

وصیت

نمبر ۴۰۰۵:- میں حاجی بیگم بنت جیون شاہ قوم سید پیشہ خادمہ عمر ۲۵ سال۔ ساکن مڈیرا (ضلع گجرات) حال قادیان ڈاک خانہ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری اس وقت حسب ذیل جائداد ہے۔ جس کی کل قیمت ایک سو چھیاسی ۱۸۶ روپے ہے۔ میں اس وقت ایک خادمہ کی حیثیت سے ہوں۔ اور چار روپے ماہوار مجھے تنخواہ ملتی ہے۔ جس پر کہ میرا گذارہ ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی رہوں گی۔ اور یہ بھی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ کہ میری جائداد جو بوقت وفات ثابت ہو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وقت میں نے اپنی جائداد مذکورہ بالا کا ۱/۱۰ حصہ جو ۱۸-۹-۶ روپے ہوتے ہیں۔ نقد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دیئے ہیں۔ رسید خزانہ محاسب ۹۸۹۔ ۱۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء

العبد:- نشان انگوٹھا حاجی بیگم

گواہ شد:- سید خواجہ علی

گواہ شد:- محمد صادق

باموقعہ اراضی قابل فروخت موجود ہے

اس وقت قادیان کی نئی آبادی کے محلہ دارالبرکات میں ریلوے روڈ کے اوپر اور نیز اندرون محلہ عمدہ عمدہ موقعہ کے قطعات قابل فروخت موجود ہیں۔ بڑی سڑک یعنی آئندہ نقشہ کے لحاظ سے بازار والے قطعات کی قیمت ۱۰۰ فی مرلہ اور پچھلے قطعات کی ۷۵ اور ۶۰ فی مرلہ مقرر ہے۔ یہ محلہ سٹیشن اور منڈی کے بالکل سامنے ہے۔ اور موجودہ قطعات سٹیشن سے صرف تین چار منٹ کی مسافت پر واقعہ ہیں۔ سڑک پر ایک کنال دو کنال کی شرط تھی اب ایک کنال کی شرط کر دی گئی ہے) سے کم اور اندرون محلہ دس مرلہ سے کم کا رقبہ فروخت نہیں کیا جاتا۔ خواہشمند احباب خاکسار کے ساتھ خط و کتابت کریں۔

اس کے علاوہ ایک قطعہ کم و بیش دو کنال کا پرانے بازار کے منہ پر قادیان کی پرانی آبادی کے غربی جانب قابل فروخت موجود ہے۔ اس کا نرخ بذریعہ خط و کتابت معلوم کریں۔

خاکسار:۔ میرزا بشیر احمد ایم۔ اے۔ قادیان

خدا کی نعمت

نرینہ اولاد

۱۸۹۸ء میں خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی نورالدین صاحب نے میری شادی کرائی۔ بعد ازاں میرے گھر یکے بعد دیگرے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ چونکہ مولوی صاحب تمام مخلوق کے لئے رحمت تھے۔ آپ میرے ساتھ مہربانی فرماتے۔ کیونکہ ۱۹۰۲ء سے میں نے آپ کے پاس رہنا شروع کیا۔ آپ مجھے پڑھاتے اور شفقت فرماتے رہے۔ ایک روز طب کا سبق پڑھاتے ہوئے مجھ سے فرمایا۔ "میاں بچے تمہارے گھر لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ بیماری ہے۔ یہ نسخہ بنا کر استعمال کرو۔ خدا کے فضل سے لڑکے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ عجیب علاج ہے۔" میں نے خیال نہ کیا۔ پھر میرے گھر میری لڑکی تولد ہوئی تب میں نے آپ کی بتائی ہوئی دوائی استعمال کی۔ اس کے استعمال کے بعد میرے تین لڑکے خدا کے فضل سے ہوئے۔ میں نے اپنے کئی دوستوں کو یہ دوائی کھلائی۔ ان کے ہاں بھی اللہ تعالےٰ نے نرینہ اولاد عطا فرمائی۔ جن دوستوں کو نرینہ اولاد کی خواہش ہو۔ یہ دوائی منگا کر استعمال کریں۔ خدا کے فضل سے نرینہ اولاد ہوگی۔ قیمت چھ روپے آٹھ آنے (۶/۸)

عبدالرحمٰن کاغانی دواخانہ رحمانی قادیان

پڑھنے کے قابل کتابیں

۱۔ بخار دل۔ جناب ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب کی پرمعانی۔ کیف انگیز۔ روح پرور۔ اثر خیز اور بے نظیر نظموں کا دوسرا مجموعہ ہے۔ اس سے بہتر اور اعلےٰ نظمیں آپ کو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملیں گی۔ قیمت ۱۲/

۲۔ پھولوں کی ڈالی۔ چھوٹے بچوں کے لئے آسان اور دلچسپ اخلاقی نظموں کا نہایت خوبصورت مجموعہ قیمت فی جلد ۔۱۲/

۳۔ جنت کے پھول۔ چند مزیدار سلیس تبلیغی نظمیں۔ قیمت ۲/

۴۔ اسلامی کہانیاں۔ بچوں کے لئے آسان عبارت میں چھوٹی چھوٹی اسلامی کہانیاں نہایت دلچسپ اور مفید کتاب ہے۔ قیمت ۳/

۵۔ کلیات حالی۔ مولانا حالی کی تمام چھوٹی بڑی ہر قسم کی نظموں کا مجموعہ۔ جلد اول ۱۲/ جلد دوم ۱۰/

۶۔ علمی ڈائرکٹری۔ تمام ہندوستان کے اردو اخبارات اہل علم اصحاب تعلیمیافتہ مستورات اور انجمنوں کے مفصل پتے اس میں درج ہیں۔ نہایت کارآمد اور مفید کتاب ہے۔ قیمت ۸/

ملنے کا پتہ

شیخ محمد اسمٰعیل احمدی پانی پت

روح زندگی

آج کل اخباری دوائی اس قدر مشتبہ نظروں سے دیکھی جاتی ہے اور قطع اکسیر بھی ہو۔ تو اسے جھوٹا ہی سمجھتے ہیں۔ مگر پبلک تک سے صرف اسقدر گذارش ہے۔ کہ جن اشتہار کے ہے ہی نہیں۔ آپ کا استعمال کیا ہے۔ ایک مرتبہ یہ بھی سہی۔ امید ہے۔ کہ آپ اندازہ لگا سکینگے۔ کہ تمام ادویات اشتہاری بیکار ہی نہیں ہوتیں۔ اس لئے طاقت کو بڑھانے کے واسطے۔ دماغ کو ترو تازہ رکھنے کیلئے جسمانی کمزوری کو دور کرنے کیلئے۔ دل کو ہمیشہ خوش رکھنے کیلئے غرض یہ کہ اتنے فائدے ہیں۔ جن کو آپ اس مختصر مضمون اشتہار سے سمجھ گئے ہونگے۔ اس لئے روح زندگی ضرور استعمال کریں۔ نہایت زود اثر دوائی ہے۔

کمزوری کی کیسی ہی شکایت ہو انشاء اللہ بارہ خوراک میں بالکل دفع ہو جائیگی۔ آزمائش شرط ہے۔ قیمت فی شیشی معہ محصول ڈاک وغیرہ عہ/

منیجر دواخانہ روحانی عملیاتی پلیز۔ رجسٹرڈ انارکلی لاہور

نوٹ:۔ اس کے علاوہ ہر مرض کا علاج کیا جاتا ہے کے واسطے ایک آنہ کا ٹکٹ آنا ضروری ہے۔

ہندوستان کی خبریں

کراچی۔ ۱۸ نومبر۔ فرانسیسی ہوا باز مسٹر کوسٹس نے ہندوستان کے آر پار مسلسل پرواز کرتے ہوئے ایک جدید ریکارڈ قائم کیا ہے۔ گذشتہ شب ۹ بجے وہ کلکتہ سے روانہ ہو کر آج ساڑھے بارہ بجے یہاں پہنچے۔ انہوں نے رائل ایئر فورس کے افسروں کے ساتھ لنچ کھایا۔ اور ۵ بجے شام فرانس کو روانہ ہو گئے۔

کانپور۔ ۱۸ نومبر۔ مولوی حسرت موہانی نے آل انڈیا مسلم لیگ اور آل انڈیا مسلم کانفرنس سے اس بنا پر استعفا دے دیا ہے۔ کہ ان دونوں انجمنوں نے وائسرائے کے اعلان پر جو ہندوستان کے حق آزادی کامل کو تسلیم نہ کرنے کے مترادف ہے۔ تحسین دلپسندیدگی کا اظہار کیا ہے

دہلی۔ ۱۸ نومبر۔ معتبر ذریعے سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ڈاکٹر کچلو پر اس وجہ سے مقدمہ دائر کیا جائے گا۔ کہ انہوں نے گذشتہ اپریل میں بمقام میرٹھ ایک قابل اعتراض تقریر کی تھی۔ حکومت اس کی منظوری دینے والی ہے۔

کلکتہ۔ ۱۹ نومبر۔ پولینڈ کے مشہور پہلوان الیس زبسکو نے "لبرٹی" کے نام ایک مکتوب بھیجا ہے۔ جس میں ہندوستان کے تمام نامور پہلوانوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔

[illegible] شائع ہوتی تھی۔ کہ [illegible] پر مشتمل [illegible] لاہور میں ستیارتھ پرکاش چھپ رہی تھی۔ مسلمان سنگسازوں اور مشین مینوں نے اس کے چھاپنے سے انکار کر دیا۔ مگر معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ یہ خبر حرفاً حرفاً غلط ہے۔ اور بالکل بے بنیاد ہے۔

لاہور۔ ۱۸ نومبر۔ چودھری افضل حق [illegible] کونسل کے آئندہ اجلاس [illegible] حکومت سے سفارش کرتی [illegible] سرکاری ملازمت میں پچاس روپیہ ماہوار اور اس سے اوپر مشاہرے کا عہدہ کسی ایسے شخص کو نہ دیا جائے جس نے معاشرتی ترقی کے سلسلے میں کم از کم ایک سال کام نہ کیا ہوگا۔

حیدر آباد سندھ۔ ۱۵ نومبر۔ جا بنقل روڈ پر بم [illegible] کا جو ماہ تیر ہوا تھا۔ اس کے سلسلہ میں سی۔ آئی۔ ڈی تفتیش بڑی سرگرمی سے مشغول ہے۔ سی۔ آئی۔ ڈی پنجاب کے افسر بھی یہاں آ رہے ہیں۔ بعض حلقوں میں یہ شک کیا جاتا ہے۔ کہ بم کمانڈر انچیف پر پھینکا جانا تھا۔ جو اس وقت حیدر آباد ہی تھے۔ اب گورنر صاحب ۲۷ نومبر کو یہاں آ رہے ہیں۔ [illegible] آمد کے سلسلہ میں پولیس کا زبردست انتظام کیا جا رہا ہے۔ یوتھ لیگ گورنر کی آمد کے دن سیاہ جھنڈے کا جلوس نکالے گی۔

پشاور۔ ۱۸ نومبر۔ معلوم ہوا ہے کہ شاہ نادر خان نے اپنے بھائی سردار ہاشم خان کو قندھار کا گورنر بنا دیا ہے۔

کلکتہ۔ ۱۹ نومبر۔ دمدم کے ہوائی مستقر میں شنبہ سے عام لوگ طیاروں میں پرواز کر سکیں گے۔ فی کس دس روپیہ کرایہ لیا جائیگا۔

دہلی۔ ۱۸ نومبر۔ سکرٹری پبلک سروس کمیشن نے اعلان کیا ہے۔ کہ انڈین سروس آف انجینئرز کی پانچ اور انڈین ریلوے سروس انجینئرز کی ۹ آسامیاں نیز ٹیلیگراف اور وائرلس انجینئرنگ کی ایک آسامی امسال امتحان مقابلہ کے ذریعہ سے پر کی جائیں گی۔ جو آئندہ فروری میں انعقاد پذیر ہوگا۔

کولمبو۔ ۱۸ نومبر۔ سیلون میں ہندوستانیوں کو ووٹ کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ مسٹر پیریرا ایم۔ ایل۔ سی۔ سیلون نے اپنی تقریر میں بیان کیا ہے۔ کہ اگر زیادہ تعداد میں آنے والے ہندوستانیوں کو ووٹ دینے کا حق دیا۔ تو تھوڑے عرصہ میں ووٹوں کے معاملہ میں اہل سیلون سے ان کی تعداد بڑھ جائے گی۔ اس روش کے اختیار کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے۔ کہ اہل سیلون ہندوستانیوں کے دشمن ہیں۔ اگر یورپین یا ہندوستانی سیلون کو اپنا وطن قرار دے لیں۔ تو ان کو ووٹ کا حق مل سکتا ہے۔ ورنہ نہیں۔

نئی دہلی۔ ۲۰ نومبر۔ شاہ نادر خان کا بھائی شاہ ولی خان لندن میں افغان سفیر مقرر کیا گیا ہے۔

لاہور۔ ۱۸ نومبر۔ گذشتہ شب شاہ عالمی دروازہ اور موچی دروازہ کے درمیان باغ میں دو آدمیوں کے قتل کی [illegible] واردات ہوئی۔ واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے [illegible] کسی دوسرے شخص محمد حسین [illegible] دروازے سے باہر [illegible] باغ میں لے گیا [illegible] دیو بھی بھی تھا [illegible] محمد حسین کو چھرے سے ہلاک کر دیا مقتول لیکن [illegible] بھی بیان نہیں دے سکا۔ کہا جاتا ہے۔ کہ دیو بھیہ لوروبھگوان کا پوتا ہے۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

پشاور۔ ۲۱ نومبر۔ "طلوع افغان" قندھار نے اپنی تازہ اشاعت میں شاہ محمد نادر خان کا ایک سرکاری اعلان شائع کیا ہے۔ جس میں عین المال کو یعنی اس جائداد کو جسے شاہان افغانستان کی موروثی جائداد سمجھا جاتا تھا بیت المال یعنی سرکاری خزانہ میں داخل کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔

نئی دہلی۔ سر محمد حبیب اللہ کی میعاد ملازمت میں ۳۱ مارچ ۱۹۳۰ء تک توسیع کر دی گئی ہے۔ اس کے بعد ان کے منصب پر سر فضل حسین کا تقرر عمل میں آئے گا۔

لاہور۔ ۱۸ نومبر۔ پنجاب لیجسلیٹو کونسل کے فیصلہ کے مطابق ایک تحقیقاتی کمیٹی اس غرض سے مقرر کی گئی ہے۔ کہ منڈی ہائیڈرو الیکٹرک سکیم کی کارروائی کی پڑتال کرے۔ کمیٹی کے صدر سر چونی لال مہتہ کے۔ سی۔ ایس۔ آئی مقرر ہوئے ہیں۔

لاہور ۲۲ نومبر۔ ۲۰ نومبر کے صلح میں اس کے نامہ نگار پشاور کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ کہ محمد نادر شاہ کابل کو کسی غزنی یا دریا [illegible]

ممالک غیر کی خبریں

لندن۔ ۱۵ نومبر۔ جرمنی نے ۱۰۰۰۰ ٹن کا ایک حیرت انگیز جہاز "لیبزنگ" تیار کر کے انجینئری کی دنیا میں ایک زبردست انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اس وقت جرمنی کے پاس چار "پاکٹ" جنگی جہاز تیار ہیں۔ اور پانچ تیار ہو رہے ہیں۔ جب یہ تو کہ مکمل ہو گئے۔ تو جرمنی ایک ایسے بیڑے کا مالک بن جائیگا کہ اس سلسلے میں دنیا کی کوئی بحری طاقت اس کا مقابلہ نہیں کر سکے گی۔

ماسکو۔ ۱۶ نومبر۔ موسیو گریگوری سوکولنیکو سابق کمشنر فرانس کو برطانیہ کا روسی سفیر مقرر کیا گیا ہے۔ ایک وقت وہ بولشویک فوج کا سپہ سالار رہا ہے۔ روسی ٹکسال کا بانی بھی وہی ہے۔ چونکہ وہ حکمران طبقے کے خلاف تھا۔ اس لئے اسے معزول کر دیا گیا۔ لیکن چند ماہ بعد اسے نئے اقتصادی عہدہ پر مامور کر دیا گیا۔

لندن۔ ۱۶ نومبر۔ کامریڈ سکلات والا نے ہندوستان کے لئے پروانہ راہداری کے لئے درخواست کی تھی اسے اطلاع دی گئی ہے کہ وزیر ہند فی الحال پاسپورٹ دینا منظور نہیں کرتے۔

لندن۔ ۱۶ نومبر۔ [illegible] سوال [illegible] وزیر ہند نے [illegible] حکومت نے روس سے تعلقات کی تجدید کے متعلق جو کارروائی کی ہے۔ اس کے متعلق حکومت ہند سے مشورہ لیا گیا تھا اور اس نے جملہ ظاہر کردہ خیالات سے اتفاق رائے کیا ہے۔

لندن۔ ۱۹ نومبر۔ مسٹر ونٹرٹن (ممبر لیبر پارٹی) نے کہا۔ میری رائے میں آشتی اور خوش اعتمادی کو قائم رکھنے کے لئے مقدمہ سازش میرٹھ کے قیدیوں کو معافی دی جانی چاہیئے۔ یا کم از کم ان کے مقدمہ کی سماعت جیوری کی رو سے کی جائے۔ وزیر ہند نے جواب دیا۔ کہ میں اس بارہ میں کسی قسم کی مداخلت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

میکسیکو۔ ۱۸ نومبر۔ انتخاب صدارت کے سلسلے میں جو فساد برپا ہو گیا تھا۔ اس میں ۱۹ آدمی ہلاک اور ۵۰ مجروح ہوئے۔ اس تعداد میں وہ آٹھ آدمی بھی شامل ہیں جو خاص شہر میکسیکو میں صدر کے مکان کے سامنے گولی سے ہلاک کر دیئے گئے۔ پولیس کی جمعیت سے بھری ہوئی لاری جو مقام فساد کو جا رہی تھی۔ الٹ گئی۔ اور تولکہ کے مقام پر پانچ سپاہی ہلاک ہو گئے۔

ملبورن۔ ۱۶ نومبر۔ اس اطلاع پر بڑی دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ کہ فیلڈ مارشل سر ولیم برڈوڈ آئندہ جون میں لارڈ سٹون ہیون کی جگہ گورنر جنرل آسٹریلیا مقرر کئے جائینگے